وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

صلی اللہ علیہ وسلم

ولادتِ نبوی

ابوالکلام آزادؒ

ناشر

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس

۱۴۹۱، کوتانہ اسٹریٹ، سوئی والان، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

ماہِ ربیع الاوّل ـــــــ اور

تذکارِ ولادتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم

۷۸۶

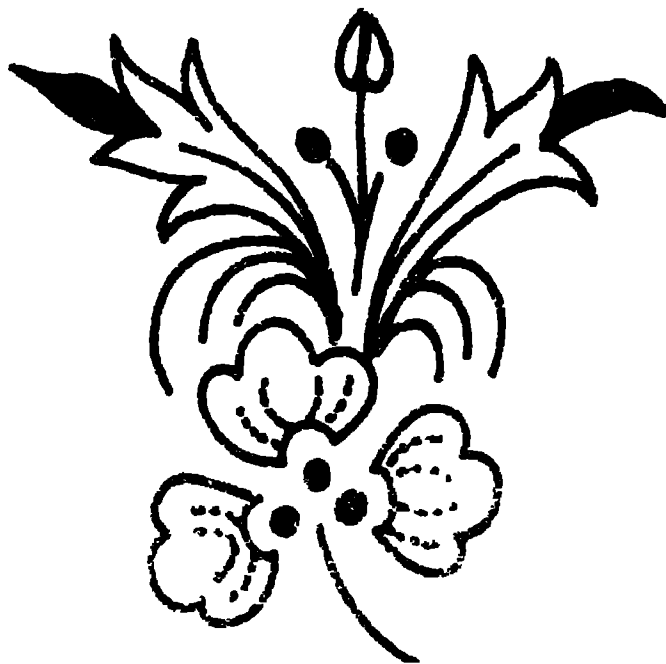
بار اوّل ——— جون ۱۹۸۷ء

تعداد ——— ایک ہزار

طابع ——— کلاسیکل پرنٹرس دہلی ۶

باہتمام ——— اعتقاد حسین صدیقی

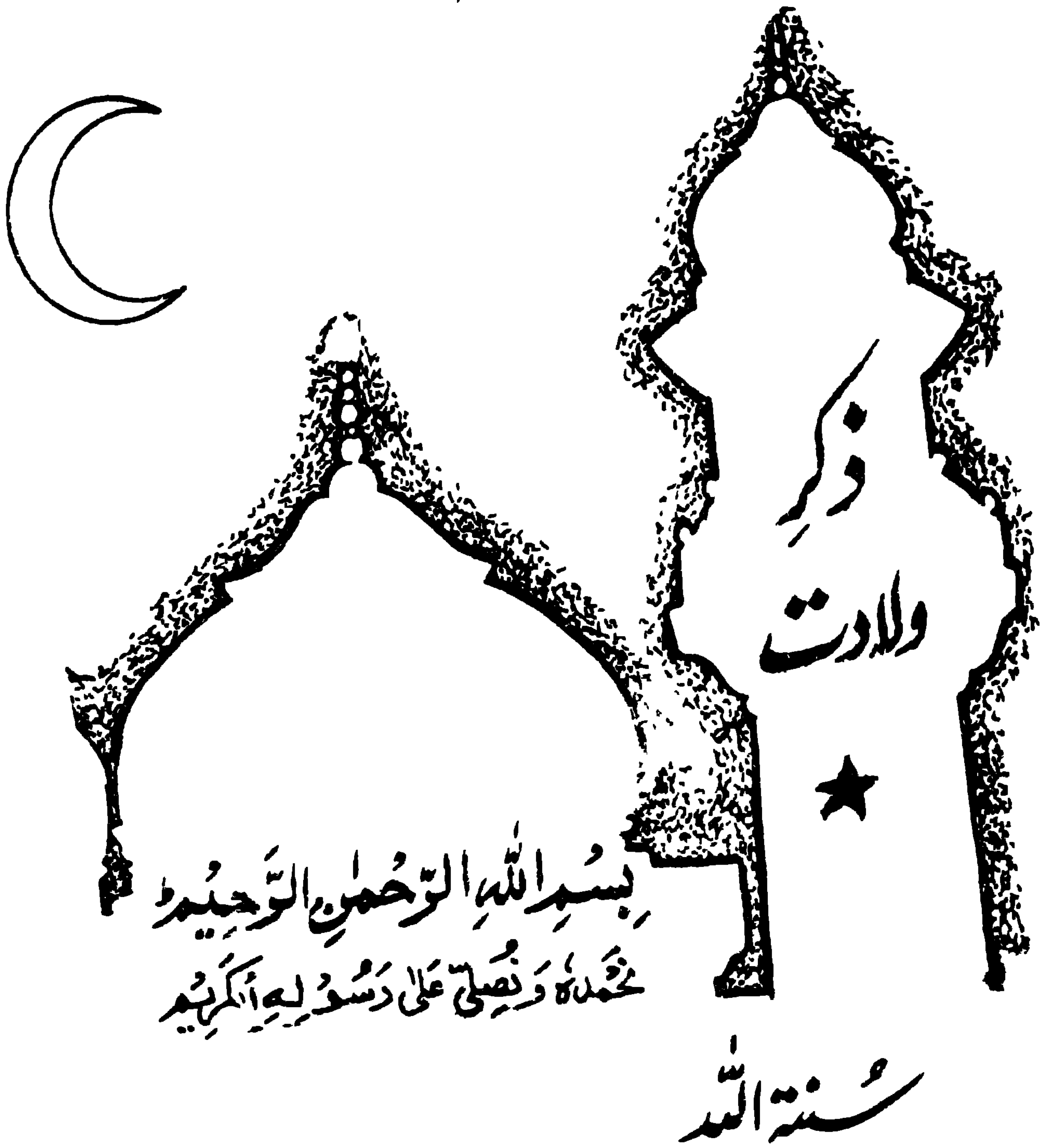
قیمت ——— ۹/- نو روپے



من خلالہ، فاذا اصاب بہ من عبادہ اذاھم یستبشرون۔ (۳۰:۴۸)

وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اُس کی مرضی نے انتظام کر دیا ہے، بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں۔ پس تم دیکھتے ہو کہ اُن کے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے پانی برسا دیتا ہے، تو وہ کامیاب و خرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔

خدا کی تمام مثالیں اور دانائیاں جو وہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے لکھوتا ہے، ہمیشہ عام اور قدرتی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں تاکہ زمین کی ہر مخلوق ان کی تصدیق کر سکے اور ان سے دانائی حاصل کر سکے۔ وہ ایسے تغیرات و حوادث اور غیر فطری و صناعی چیزوں کا ذکر نہیں کرتا، جن کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے کسی خاص طرح کی زندگی، خاص طرح کے علم اور خاص طرح کے گردوپیش کی ضرورت ہو، بلکہ اُس کی ہر تعلیم ایسی عام اور خالص فطری حالات سے متعلق ہوتی ہے، جس کو سُن کر جنگل کا ایک چرواہا اور متمدن آبادیوں کا ایک فیلسوف، دونوں یکساں اثر کے ساتھ خدا کی سچائی کو پا سکتے ہیں۔ پس



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سنۃ اللہ

جب زمین پیاسی ہوتی ہے تو رب السماوات والارض پانی برساتا ہے، جب انسان اپنی غذا کے لئے بے قرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیج دیتا ہے، جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں، تو آسمانِ رحمت پر بدلیاں پھیل جاتی ہیں۔

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السماء کیف یشاء ویجعلہ کسفا فتری الودق یخرج

ہوتی ہے اور خشک سالی کے آثار ہر طرف چھا جاتے ہیں، تو
وہ آسمان پر بارش کی علامتوں کو پیدا کر دیتا ہے اور تم امید و بیم
کی نظروں سے انہیں دیکھتے ہو۔ (۳۰ : ۲۴)

پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاری تشنہ و بے قرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس جاتی ہے، خاک کا ایک ایک ذرّہ رطوبت و نمو کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ کرۂ ارضی اپنی بے خودانہ حرکت میں آفتاب کے آتش کدہ سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ اُس کی تمام کائناتِ نباتاتی اپنا حسن و جمال فطری کھو دیتی ہے۔ پرندا اپنے گھونسلوں میں، ٹہنیاں درختوں میں اور انسان اپنے گھروں میں پانی کے لئے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم و خشک فضا کی طرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے، تو وہ اپنی محبت و ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے اور مایوسی کے بعد امید کا، نامرادی کے بعد مراد کا، موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرّہ تک پہنچا دیتا ہے؟

وینزل من السماء ماء فیحی به الارض بعد موتها
ان فی ذالك لایٰت لقوم یعقلون ۔ (۳۰ : ۲۴)

اس کی ربوبیت و رحمت کو دیکھو کہ جب تم امید و بیم کی نظروں
سے آسمان کو دیکھتے ہو اور تمام زمین پر مردنی اور ہلاکی چھا
جاتی ہے، تو وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین پر موت

اگر تم نے فلسفہ و حکمت نہیں پڑھا ہے، اگر تم نے اجرام سماویہ کے دیکھنے کے لئے کسی رصد خانے کی قیمتی دُور بین نہیں پائی ہے، اگر تم کو مادّہ کے خواص کا تجربہ نہیں ہے، اگر تم کسی دارالعلوم کے اندر برسوں تک نہیں رہے ہو، اگر تم صحرائی ہو۔ اگر تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر گوشہ نشین ہو، اگر پھونس کی ایک چھت۔ اور بانسوں کی ایک شکستہ دیوار ہی رہنے اور بسنے کے لئے تمہارے حصّے میں آئی ہے اور اس طرح تم نہیں جانتے کہ اپنے خدا کو آسمان کے عجیب و غریب ستاروں کے اندر کیوں کر دیکھو اور اُس کے حُسن و جمال کو عناصر و ذرات خلقتہ کی آمیزش و آویزش کے اندر کیوں کر ڈھونڈو، تاہم تم انسان ہو، تم کو رُوح دی گئی ہے اور تم زمین پر بستے ہو، تم آسمان کی ہر بدلی کے اندر، بادلوں کے ہر ٹکڑے کے اندر، ہواؤں کے ہر جھونکے کے اندر، بارانِ رحمت کے ہر قطرے کے اندر اپنے خداوند حیّ و قیوم کو، اُس کی حکمت و قدرت کو، اُس کی رافت و رحمت کو، اُس کے پیار و محبّت کو دیکھ سکتے ہو اور اُسے پا سکتے ہو۔ تم میں سے کون ہے، جس نے امید و بیم کی نظروں سے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا ہے اور اُس کی بجلیوں کی چمک اور بادلوں کی گرج کے اندر اپنی کھوئی ہوئی امید کو نہیں ڈھونڈھا ہے؟

ومن اٰیتہٖ یریکم البرق خوفا وطمعا۔

اور قدرت الٰہی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب زمین پیاسی

تو حضرت موسیٰ نے نہ صرف اپنے رب العالمین کی نسبت خبر ہی دی بلکہ اُس کی ربوبیت کی دلیل قطعی و فطری بھی چند لفظوں میں فرما دی۔

رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔

ہمارا رب وہ ہے، جو "رب" ہے اور اس لئے اُس کی ربوبیت نے کائنات کی ہر چیز کو اُس کی خلقی ضروریات بخشیں، پھر اس کے بعد اُن کی ہدایت کر دی تاکہ صحیح اور فطری طریقہ پر کاربند رہ کر اپنی خلقت کے مقصد کو حاصل کریں۔ (۲۰ : ۵۲)

پس اُس نے کہ زمین کی مٹی کے اندر قوت نشوونما رکھی اور پھر پانی برسا کر اُس کی ہدایت کر دی یعنی اُس کے آگے نفوذ و عمل کی راہ کھول دی اور جس کی ربوبیت نے عالم ہستی کے ایک ایک ذرّہ کے لئے خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان کر دیا، انسان کو بھی جسم اور رُوح دونوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اُس کے لئے بھی خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان رکھتا ہے۔

اس کی ربوبیت نے جس طرح جسم کے لئے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں، اسی طرح رُوح کی غذا کے لئے بھی اُس کے آسمانوں کی وسعت معمور ہے۔ جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادّی حیات و نمو کے لئے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں، بجلیاں چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اقلیم رُوح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں

کے بعد زندگی طاری ہو جاتی ہے۔ یقیناً قدرت الٰہی کی اس نمود میں صاحبانِ فکر و عقل کے لئے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں۔

رُوحانی تربیت

یہ وہ انتظامِ الٰہی ہے جو پروردگارِ عالم نے انسان کے جسم کی غذا کے لئے کیا ہے۔ پھر کیا اُس نے انسان کی رُوح کے لئے کچھ نہ کیا ہوگا؟ وہ رب الارباب جو زمین کی پکار سُن کر اُسے پانی دیتا اور جسم کی بے قراری دیکھ کر اُسے غذا بخشتا ہے، کیا سرزمین رُوح و معنی کی تشنگی کے لئے کچھ نہیں رکھتا اور دل کی بھوک کے لئے اُس کے خزانوں میں کوئی نعمت نہیں ؟

وہ کہ اُس کی محبت زمین کی مٹی کو خشک نہیں دیکھ سکتی، اور درختوں کی ٹہنیوں کو وہ سبز پتوں اور سُرخ پھُولوں کی زیبائش سے محروم نہیں رکھتا کیا رُوحِ انسانی کو ہلاکت و بربادی کے لئے چھوڑ دے گا اور عالمِ انسانیت کا مرجھا جانا اُسے خوش آئے گا؟ وہ رب العالمین جو تمہارے جسم کو غذا دے کر موت سے بچاتا ہے، کیونکر ممکن ہے کہ تمہاری رُوح کو ہدایت دے کر ضلالت سے نہ بچائے ؟

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ

مَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسیٰ۔ تمہارا پروردگار کون ہے اے موسیٰ۔ (۲۰ : ۱۵۱)

کو حرکت دیتی ہیں اور ہم انہیں ایک ایسے شہر کے اُوپر لے جا کر پھیلا دیتے ہیں جو ہلاک ہو چکا ہے اور زندگی کے لئے پیاسا ہے۔ پھر پانی برستا ہے اور زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے۔ اس کی تہ سے طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور مخلوقات اپنی غذا حاصل کر لیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہم مُردوں کو بھی اٹھاتے ہیں اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ سو در اصل ایک مثال ہے تاکہ تم دانائی اور سمجھ حاصل کرو۔

تکمیل ہدایت

عالم انسانیت کی فضاء روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا، جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی، جس کے فیضانِ عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی۔ اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال الٰہی کی نمود ہو گی۔ سو بالآخر وہ آ گیا اور سعیر و فاران کی چوٹیوں پر اُس کے ابرِ کرم کی بوندیں

یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لئے ترستی ہے، تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کے لئے تڑپنے لگتی ہے۔ یہاں پتّے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں، اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں، تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیئے۔ وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے۔ نیکی کی ٹہنیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور خدا کے کلمۂ حق و صدق کا شجرۂ طیبہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصّہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے تو اُس وقت رُوحِ انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیئے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اُسے زندگی بخشتی ہے۔ وہاں انسانیت ہلاک ہو جاتی ہے، تو خدا کی ہدایت اُسے پھر اٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

وَھوالذی یرسل الرّیاح بشراً بین یدی رحمۃ
حتّٰی اذا اقلت سحاباً ثقالاً سقناہ لبلدٍ میتٍ
فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمراتِ
کذالک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون۔ (۷: ۵۵)

اور وہ پروردگارِ عالم ہی تو ہے کہ بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارانِ رحمت کے آنے کی خوشخبری سنا دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب اُس کا وقت آ جاتا ہے تو وہ وزنی بادلوں

کرۂ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا، یہ تمام نوعِ انسانی کے شرف و احترام کا قیام عام تھا، یہ انسانوں کی پادشاہتوں، قوموں کی بڑائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں، بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر پادشاہت کے عرشِ جلال و جبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی!!

پس یہی دن سب سے بڑا ہے، کیونکہ اسی دن کے اندر دنیا کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوئی۔ اس کی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے بلکہ وہ تمام کرۂ ارضی کی ایک عام اور مشترک عظمت ہے جس کو وہ اس وقت تک نہیں بھلا سکتی۔ جب تک کہ اس کو سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے اور جب تک کہ اس کی زمین اپنی زندگی اور بقاء کے لئے عدالت و صداقت کی محتاج ہے۔

کس کی یاد رکھے

دنیا میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں۔ یہ انقلابات خاص خاص انسانوں کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان انسانوں کی پیدائش کے ایام کو بھی دنیا عظمت کے ساتھ یاد رکھنا چاہتی ہے اور اس اعتبار سے اس کی یادگاروں کی فہرست بڑی ہی طویل ہے۔ اس میں بادشاہوں کے زرنگار تختوں کی قطاریں ہیں، فاتحوں کی بے پناہ تلواروں کی جھنکار ہے

پڑنے لگیں۔

یہ ہدایتِ الٰہی کی تکمیل تھی۔ یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا، یہ سلسلہ ترسیلِ رسل و نزولِ صحف کا اختتام تھا، یہ سعادتِ بشری کا آخری پیام تھا، یہ وراثتِ ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ اُمتِ مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لئے یہ حضرت ختم المرسلین و رحمۃ اللعالمین محمدؐ بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی ——— صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

اُمّتِ مسلمہ کی تاسیس

یہی واقعۂ ولادتِ نبوی ہے جو دعوتِ اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاوّل ہے جس میں اُس اُمّت مسلمہ کی بنیاد پڑی جس کو تمام عالم کی ہدایت وسعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا۔ یہ گلستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، یہ عرب کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی، یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا، اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی، جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اور جیسا کچھ کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا، یہ تمام دنیا کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش تھی، یہ تمام

چاہیئے۔
لیکن اگر دنیا ان کی پیدائش کو یاد رکھے، تو بتلاؤ کہ دنیا کے لئے انہوں نے کیا کیا؟ اُن کی فتوحات بہت وسیع تھیں اور ان کی وہ دولت جو انہوں نے زمین کی بستیوں کو اجاڑ کر لوٹی تھی، بڑے بڑے وسیع رقبوں کے اندر آتی تھی، لیکن دنیا کو اُس سے کیا ملا کہ دنیا کی گردن اُن کی یاد کے آگے جھکے؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تھے، تو اس کو یوں کہو کہ انہوں نے سب سے زیادہ زمین کو ویران کیا، سب سے زیادہ اُس کی آبادیوں کو اجاڑا، سب سے زیادہ خون کی ندیاں بہائیں اور سب سے زیادہ خدا کے بندوں کے گلے میں اپنی غلامی کی لعنت کا طوق ڈالا، پھر کیا دنیا اپنی ویرانیوں، اپنے قتل و غارت، اپنے نہب و سلب اور اپنی غلامی کی لعنت کے ناپاک دنوں کو یاد رکھے؟ اور جن کی ابلیسیت نے یہ لعنت پھیلائی تھی کہ ان کی پیدائش کی نحوست پر خوشیاں منائے؟

سکندر دنیائے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا، جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاہی، لیکن دنیا اگر اس کی پیدائش کو یاد رکھے، تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی؟

یہ دنیا کی ویرانیوں، ہلاکتوں اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا، جو اُسے ہاتھ آئے گا۔

سپہ سالاروں کے زرہ بکتر کی ہیبت ہے، حکیموں کی حکمتوں اور داناؤں کے دفاتر ہیں، فلاسفہ و علماء کے علوم و صحائف کے خزائن ہیں، صناعوں کی ایجادیں ہیں، وطن پرستوں کے مواعظ ہیں، قومی پیشواؤں اور ملکی داعیوں کی جانفشانیوں اور سرفروشیوں کی داستانیں ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا اگر اپنی عظمت کے اصلی دن کو یاد رکھنا چاہتی ہے، تو ان میں سے کس کو یاد رکھے؟

ان میں سے کون ہے جس نے دنیا کو سب سے بڑی چیز دی ہے تاکہ وہ بھی سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اسی کی یاد کو پیار کرے؟

شاہانِ عالم

آؤ ہم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاہوں کو دیکھیں جنہوں نے دنیا کے بڑے بڑے رقبوں کو نوکِ شمشیر پر رکھ لیا اور ایسے ایسے عجیب و غریب ایوانوں اور محلوں میں بسے، جن کی دیواریں اور چھتیں چاندی سونے اور لعل و جواہر سے بنائی گئی تھیں۔ انہوں نے بہت زیادہ مال و متاع جمع کیا، اُن کے پاس لوہے کے بہت زیادہ آلاتِ خونریزی تھے اور اُن کی اطاعت و غلامی میں انسانوں کا سب سے بڑا گلہ تھا۔ پس اُن کی پیدائش کے واقعہ کو بھی سب سے زیادہ عظیم الشان اور ناقابل فراموش ہونا

نظر رکھتا تھا، جس نے ہم کو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ہیں، ان میں ثوابت ہیں، سیارات ہیں اور ان کی حرکتوں کے معیّن اوقات و ایّام ہیں۔ لیکن دنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی، تو اُس وقت بھی بیمار تھی اور یہ معلوم کر کے بھی بیمار رہی۔ اس کا اصلی دُکھ یہ نہ تھا کہ انسان آسمان کے متعلق تھوڑا جانتا ہے، بلکہ ہمیشہ سے وہ اس ایک ہی مرض میں گرفتار رہی ہے کہ انسان خود اپنی نسبت، اپنی فطرت صالحہ کی نسبت، اپنی راہِ سعادت کی نسبت کچھ بھی نہیں جانتا۔

اس صنّاع کو اگر تم بڑا سمجھتے ہو جس نے انسان کے لئے فنِ تعمیر ایجاد کیا تاکہ وہ پائیدار مکانوں اور خوبصورت چھتوں کے نیچے بیٹھے، تو تمہیں بتلانا چاہیئے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھ کر نیک اور سچا انسان نہ تھا، مگر بڑے بڑے محلوں کے اندر بس کر اُس نے اپنی گم شدہ حقیقت پالی؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیتِ حقیقی کی گم شدگی ہے۔ سعادتِ انسانی اور امنِ ارضی ہی وہ نعمت ہے، جس کی ڈھونڈھ میں ابتدا سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ تہ و بالا ہو رہا ہے۔ پھر بتاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صنّاع اور موجد ہی انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی رکھتے ہیں، تو ان کی ایجادوں نے انسان کو کس قدر امن دیا؟ کس قدر سلامتی بخشی؟ کہاں تک صراطِ سعادت پر چلایا؟ طلسمِ حیاتِ انسانی کا کون سا راز افشا کیا؟ خدا اور بندوں کے رشتوں کو کہاں تک جوڑا؟

دنیا میں جس قدر پادشاہ پیدا ہوئے، اگر تم اُن کی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاہو، تو اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ وہ جتنے بڑے بادشاہ تھے، اتنے ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے، اتنے ہی زیادہ ان کی فطری قوتوں کے لیے پتھر تھے، اتنے ہی زیادہ ان کی قدرتی حرکت و نشو کے لیے زنجیر تھے۔ اور اتنے ہی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف و احترام کے لیے ان کے اندر بربادیوں اور ہلاکتوں کی نحوست تھی۔

پس جن کا وجود خود دنیا کے لیے ایک زخم تھا، وہ ان کی یاد میں اپنی گم شدہ شفائیں کیوں کر پا سکتی ہے؟

بے سود تذکار

حکماء کی حکمت، فلاسفہ کا فلسفہ، صناعوں کی ایجادیں، بلاشبہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاہتے ہیں، تو انہیں بتلانا چاہیے کہ انہوں نے اپنی حکمت سرائیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھ اور زمین کی حقیقی مصیبت کے لئے کیا کیا؟ آسمان کی فضا میں ان گنت ستاروں کی قطاریں پھیلی ہوتی ہیں۔ بلاشبہ وہ شخص بہت بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی ہی کاوش کرنے والی

اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل نہ تھے جن کے ذریعہ ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گھر بنا دیا ہے۔ پس گزشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اور اسی طرح کے دعوے تھے، جن سے موجودہ تمدن کی فضا بھر گئی تھی اور جن کے ذریعہ اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے، حالانکہ سب سے بڑا صرف خدا ہے۔

لقد استکبروا فی انفسھم وعتوا عتوًا کبیرا۔
بلاشبہ انہوں نے یہ کہہ کر اپنے اندر بڑا گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی سخت درجہ کی سرکشی کی۔ (۲۵ : ۲۱)

سو اب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکانے کے لئے جب تمدن کے اس سب سے بڑے مغرور بُت کی طرف جاتی ہے، تو اُسے کیا جواب ملتا ہے؟

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ملعون بُت چور چور کر دیا گیا ہے اور خدا کا وہ زبردست اور بے پناہ ہاتھ جو قوم ثمود و عاد، اور بڑی بڑی آبادیوں اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دے چکا تھا۔ اپنے جلال اور ہولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے۔ تم یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کی باہمی قتل و خونریزی پر چارپایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانوں کی طرح نظر

پھر اگر وہ یہ نہ کر سکے، تو دنیا ان کی ایجادات کو اپنے خزانے میں رکھ سکتی ہے، پر ان کی یاد میں اس کے لئے کوئی خوشی نہیں ہو سکتی، کیونکہ انہوں نے اس کے اصلی دکھ کے لئے کچھ نہیں کیا۔

دورِ جدید

اچھا، دنیائے قدیم کے ذخیرہ میں جو کچھ ہے اُسے چھوڑ دو۔ کلدان و بابل اور یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور مسمار شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کے لئے کچھ نہ تھا، تو بہت ممکن ہے کہ آج لندن اور برلن و پیرس کی عجیب و غریب آبادیوں اور عقل و فہم کو مبہوت کر دینے والے تمدّن کے اندر دنیا کو وہ چیز مل جائے، جس کے لئے ابتدائے خلقت سے حیران و سرگشتہ رہی ہے۔

موجودہ تمدّنِ یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعووں سے ہوتی ہے، ضرور ہے کہ وہ سب کے سب اس وقت تمہارے سامنے ہوں، کیونکہ ہماری موجودہ صحبت ان کے اعادے کی متحمل نہیں۔ ہم کو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدّن کو دنیا کے قدیم تمدّنوں سے کوئی مشابہت نہیں۔ ان کی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا۔ ان کی بنیادیں صحت و حقیقت پر نہ تھیں، وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت مکمل نہ کر سکی تھیں۔ انہوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی اور انہیں

روتے ہیں۔ کیونکہ ہوا میں اڑنے کے آلات اور پانی کو مفرد اجزا میں بدل لینے کا علم اُن کے کچھ کام نہ آیا۔

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کے لئے چُنے گی؟ کیا وہ اس سب سے بڑے فلسفی کو یاد کرے گی، جو چودہویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجربہ کی راہ کھولی۔ جس راہ نے کہ انسانوں کو ہلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچا دیا؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کرے گی جس پر موجودہ تمدّن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زہریلی گیسیں، ایسے مہلک بم اور شل اور ایسے بے پناہ مرکبات بنا دیئے، جن کے آگے انسانی جماعتیں بالکل بے بس ہو جاتی ہیں، اور منٹوں کے اندر بڑی بڑی آبادیاں موت کی لعنت سے بھر جاتی ہیں۔ اچھا، بھاپ کی طاقت کے موجد کو بلاؤ، اس کی بڑائی کیسی عجیب تھی، جس نے بھاپ کی غیر معلوم طاقت کو انسان کے تابع کر دیا؟ لیکن آہ! وہ اس دنیا کے لئے کیا کرے جو موت کی نہیں، بلکہ زندگی کی بھوکی ہے اور دیکھ رہی ہے کہ بھاپ کے شیطان ہی کے اندر وہ سب سے بُری بے پناہ خباثت ہے، جس نے آج جنگ کے میدانوں میں مختلف بھیسوں اور مختلف صورتوں کے اندر موت کی سب سے بڑی پھنکار ماری ہے، اور تمام انسانی علم و دانائی اس کے بچاؤ کے لئے بیکار ہے۔

ڈالو اور دیکھو کہ یہ کیا ہے جو تمہارے سامنے ہو رہا ہے؟ یہ تمدّن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے، یہ علم و جہل کی ٹکر نہیں ہے، یہ تمدّن ہے جو تمدّن سے ٹکرا رہا ہے، یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے، یہ صناعت ہے جو صناعت کو پیس رہی ہے، یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے، جو ایجاد ہی کے شیطان لعین کو ڈس رہا ہے اور اس طرح تمدّن کا گھمنڈ ہی ہے جو تمدّن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر رہا ہے۔

یخربون بیوتھم بایدیھم اپنے گھروں کو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے اجاڑ رہے ہیں۔ (۵۹ : ۲)

پس اگر مسکین دنیا اُن انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے جو تمدّن کے پادشاہ تھے، علم کے فرماں فرما تھے اور ایجاد و صناعت کے دیوتا تھے تو تم اُس کا ہاتھ پکڑ لو اور اُسے آج یورپ کے اُن میدانوں کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دو، جہاں تمدّن و علم کا تخت عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھوئیں اور زہریلی گیسوں کی مسموم فضا کے اندر بچھایا گیا ہے اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں، سُرخ سُرخ خون کی ندیوں اور انسانوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اس کے سنہری ستون عظمت نصب کئے گئے ہیں پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسان مندی اور شکر گزاری کے لئے ان عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے جو آج گیہوں اور جو کے لئے

فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا
اولٰئک الذین کفروا بایٰت ربھم ولقائہ فحبطت
اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا ۔ (۱۸:۱۰۴)

تم کو بتلاؤں کہ سب سے زیادہ ناکام و نامراد کام کرنے والے کون ہیں؟ وہ جن کی تمام قوت سعی صرف دنیا کی زندگی سنوارنے ہی میں کھوئی گئی اور جہل حقیقت نے ان میں یہ گھمنڈ پیدا کر دیا کہ وہ بہت ہی خوبیوں کا کام کر رہے ہیں ۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی نشانیوں اور اس کے رشتہ کو نہ سمجھا اور اس سے انکار کیا ، پس ان کا تمام کیا دھرا برباد گیا اور قیامت کے دن انہیں کوئی وزن نصیب نہ ہو گا ۔

دوسری جگہ ارباب کفر کے اعمال یہ بتلائے :۔

یعلمون ظاھرا من الحیٰوۃ الدنیا وھم عن الاٰخرۃ ھم
غافلون ۔ (۳۰:۷)

صرف دنیا کی زندگی کا ایک ظاہری پہلو انہوں نے جان لیا ہے اور وہ آخرت کے علاقوں سے بالکل غافل ہو گئے ہیں ۔

"آخرت" سے مقصود یہ نہیں ہے کہ دنیا اور دنیا کے اعمال ترک کر دیئے جائیں بلکہ اس کی عملی تفسیر یورپ کی موجودہ زندگی کو سمجھو جس نے اپنے تئیں

پھر کیا دنیا تمدن و علم کے اُن مغرور بانیوں کی پیدائش پر خوشیاں منائے جنہوں نے اس کی موت و ہلاکت کے لئے تو سب کچھ کیا، پر اس کے امن و سلامتی اور سعادت و طمانیت کے لئے کچھ نہ کر سکے؛ ان کے پاس انسان کے اڑنے، سمندروں کے اندر جانے، بجلی کو قابو میں کرنے، ہوا کے تموّج اور ذرّات کو اپنے نامہ و پیام کا سفیر بنانے اور خود بخود بجنے والے باجوں اور بڑی تیزی سے چلنے والی سواریوں کے لئے تو بڑا ذخیرہ ہے، لیکن انسان کو نیک اور راست باز بنانے، خدا کی عدالت و صداقت سے زمین کو معمور کرنے، امن اور راحت کی بادشاہت کے قائم کرنے، ظلم و فساد کے پنجے سے زمین کو صاف کرنے، طاقت اور حکم کے جبر سے ضعف اور ناتوانی کو بچانے اور انسانوں کو درندوں اور سانپوں کی طرح نہیں بلکہ انسانوں کی طرح بسا دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

تم نے یورپ کے تمدن کی کتّوں کی طرح لوٹ کر اور بھیڑوں کی طرح جل کر ہمیشہ پرستش کی ہے اور مذہب کی تعلیمات کی ہنسی اڑائی ہے کہ وہ آخرة آخرة کہتا ہے، مگر یورپ کی طرح دنیا کے لئے کچھ نہیں بتلاتا لیکن شاید تم آج قرآن حکیم کی اس آیت کو سمجھ سکو جس کے متعلق حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اس کی تلاوت آخری زمانہ کے فتنہ سے بچائے گی۔

ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا۔ الذین ضل سعیھم

کے دامن عزور میں لپٹی ہوئی تھی، تو اُسے وصیت کی کہ وہ سچائی کے رسولوں اور خدا کے داعیوں کی راہ اختیار کرے اور انہی کی زندگی کو اپنا نصب العین بنائے۔

اھدنا الصّراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

خدایا، تو ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا۔ وہ صراطِ مستقیم جو تیرے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالح بندوں کی راہِ عمل ہے۔ (۱: ۵)

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میدان میں بھی آکر وہ کون سی زندگی ہے، جس کے اعمالِ دعوت کے اندر دنیا کو پیامِ امن و سعادت مل سکتا ہے؟

تقسیم مذاہب

دنیا میں جو آج بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں وہ علم الاقوام کی تقسیم کے مطابق دو قسموں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک سمیا طیقی سلسلہ ہے، جس کے ماتحت یہودی اور مسیحی قومیں اب تک دنیا میں باقی ہیں۔ دوسرا آرین سلسلہ ہے جس سے گوتم بدھ اور ہندوستان کے تمام داعیانِ مذاہب وابستہ ہیں۔

پھر دنیا کے لئے اگر سب سے بڑا رسول یہودی مذہب کی تاریخ میں ہے، تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور ان کی پیدائش کو سب سے

صرف دنیا ہی کے لیئے وقف کردیا اور اس کے گھمنڈ میں وہ اللہ اور اس کے رشتہ کے لیئے کوئی وقت اور فکر نہ نکال سکی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس نے وہ چیز تو حاصل کر لی جس کا نام تمدّن رکھا گیا ہے لیکن وہ شے حاصل نہ کرسکی جو انسان کے لئے امن حقیقی کی راہ اور سلام وسعادت فطری کی صراط مستقیم ہے۔

صراطِ مستقیم

تم کہہ سکتے ہو کہ یہ ان انسانوں کا حال ہے جن کی بڑائیاں صرف جسم و مادّہ تک محدود تھیں لیکن اگر دنیا کے لئے اُن کی پیدائش کی یاد میں کوئی تسکین اور راحت نہیں ہے تو وہ ان تمام صفوں سے باہر آ جائے گی اور دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کے دامن میں پناہ لے گی۔ وہ بانیانِ مذہب کی عظمتوں کا نظارہ کرے گی۔ وہ خدا کے رسولوں اور اس کے پاک پیاموں کے پیغامبروں کو ڈھونڈھے گی۔ ہاں اگر دنیا ایسا کرے تو یہ فی الحقیقت اُس کی مصیبتوں کا خاتمہ ہوگا۔ اُس کے دائمی درد اور بے قراریوں کے لیئے سکھ اور راحت کی ایک حیات بخش کروٹ ہوگی اور وہ بلاشبہ منزل مقصود کو پالے گی۔ قرآن حکیم نے بھی اُس کے دکھ کا یہی علاج بتایا ہے اور جب کہ وہ پادشاہوں، قومی پیشواؤں، کاہنوں اور علم و مذہب کے جھوٹے مدعیوں

حضرت مسیح علیہ السلام

دوسرا سب سے بڑا اسرائیلی مذہب مسیحی تحریک کا ہے لیکن مسیحی تحریک کی تعلیم ہمارے سامنے ہے۔ اس کے علاوہ مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچھ کہیں گی ہم انہیں صرف مسیح کے نام سے قبول نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح نے کہا کہ میں صرف تورات کو قائم کرنے آیا ہوں، خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا (متی ۵: ۱۷) انہوں نے تصریح کی کہ میرا مشن صرف بنی اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے۔ نیز انہوں نے غیر قوموں میں منادی کرنے سے روک دیا اور ہمیشہ اپنے کاموں اور اپنی وصیتوں میں اپنی تعلیم کو اسرائیل کے گھرانے تک ہی محدود رکھا۔ پس دراصل انہوں نے جو کچھ بھی خدمت کرنی چاہی وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسیح شدہ قوم کی تھی۔ تمام دنیا کے لیے اُن کے پاس کچھ نہ تھا۔

پھر اُن کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ روم کی ظالمانہ حکومت نے شام کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تھا، اور بُت پرست قوموں کی جابر و مستبد گورنمنٹیں دنیا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بنائے ہوئے تھیں، لیکن انہوں نے نہ تو اس ظلم و طغیان کے متعلق کچھ کہا اور نہ اس سے کچھ تعرض کیا۔

ٹرا واقعہ قرار دے گی لیکن اگر اُس نے ایسا کرنا چاہا تو اُسے یہ سمجھنے کا
ن حاصل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعمال حیات میں اپنے لیئے
پیام امن ڈھونڈھے ۔ حضرت موسیٰؑ کی حیات مقدس کا سب سے بڑا
کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مصر کی ایک جابر و ظالم گورنمنٹ کے پنجۂ استبداد
سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی اور اُسے غلامی کی ناپاکی سے نکال کر جو
انسانیت کے لیئے سب سے بڑی ناپاکی ہے، حکومت اور امن و عزت
کی طہارت تک پہنچا دیا۔

بلاشبہ انہوں نے اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کی نسل کے لیئے بڑا ہی
مقدس جہاد کیا اور یہ اُن کا یادگار عالم اُسوہ حسنہ ہے جس کی دنیا کو تقدیس
کرنی چاہیئے لیکن سوال یہ ہے کہ انہوں نے تمام دنیا کے لیئے کیا کیا؟ دنیا
صرف بنی اسرائیل ہی کا نام نہیں ہے ۔ غیر الہٰی عبودیت کی زنجیریں صرف
بنی اسرائیل ہی کے پاؤں میں نہ تھیں بلکہ کرۂ ارضی کی تمام آبادی کے پاؤں
اس کے بوجھ سے زخمی تھے ۔ پس دنیا کے لیئے وہی تلوار محبوب ہوسکتی ہے
جو صرف فرعون کی ڈالی ہوئی زنجیروں ہی کو نہ کاٹے ، بلکہ دنیا کے تمام فرعونوں
کے تخت غرور کو اُلٹ دے ۔

انہوں نے صرف بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائی ، مگر تمام دنیا
می سے نکلنے کی آرزومند ہے ۔

"اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے
کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (متی ۱۹ : ۲۴)

اس سے بھی درگزر کر دو اور اس کی بہتر سے بہتر توجیہ جو کر سکتے ہو کر
لو۔ نیز پولس کی دعوت ہی کو حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت تسلیم کر لو اور
ان تمام قوموں کو جنھوں نے مسیح کے نام پر بپتسمہ کا پانی اپنے اوپر چھڑکا
مسیحی دعوت کا پھل مان لو، لیکن پھر بھی مسیحی تحریک کی پوری تاریخ کا کیا حال
ہے؟ جب تک مسیحیت دنیا پر حکمران رہی، جس وقت تک مسیحی مذہب
کا دینی تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رہا اور جب تک کہ مسیح کے اماموں
اور خلیفوں کی غلامی سے دنیا نے انحراف نہ کیا، تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت
تک اس کا وجود دنیا کے لئے۔ دنیا کے علم و تمدن کے لئے، آبادی کا
عمران کے لئے، اخلاق و پاکیزگی کے لئے اور ان سب سے بڑھ کر یہ
کہ انسان کی فطری حیثیت اور شرف انسانیت کے لئے ایک بدترین لعنت
رہا جس نے جلایا، ویران کیا، سمار کیا، قتل کیا، جیل خانے بھرے، زبانوں
پہ مہریں لگائیں، انسانی دماغوں کو معطل کیا، لیکن انسان اور انسانیت
کی راستی و ترقی کے لئے چند لمحوں کا بھی ایک دور پیدا نہ کیا۔ مشہور مورخ
گیزو، سیڈلو، لامارسے اور ڈریپر اس بارے میں ہمارے لئے بہترین
راوی ہیں۔

پہلی صدی مسیحی کے بعد جس قدر مسیحی قومیں دنیا میں آباد ہوئیں، اُن کو حضرت مسیح کی تعلیم و دعوت سے کچھ تعلق نہ تھا اور وہ سرتاسر یونان کے ایک تعلیم یافتہ یہودی پولس کے مذہب کی پیرو تھیں۔ پولس نے تمام حواریانِ مسیح کے مذہب کے خلاف غیر اسرائیلی انسانوں کو بپتسمہ دینا شروع کیا، اور اس طرح روم و یونان کے مختلف جزیروں اور دیہاتوں میں ایک نیا گروہ پیدا کر لیا۔ پس اگر دنیا حضرت مسیحؑ کی طرف جھکنا چاہے گی، تو دنیا کو اُن کے کارنامۂ حیات کے لئے بمشکل ایک چوتھائی صدی ہاتھ آئے گی، جس کے اندر ان کے تربیت یافتہ حواریوں کے اعمال نظر آ سکتے ہیں اور یہ چند سال فضائل و محاسن اخلاق کا کیسا ہی عمدہ نمونہ پیش کریں، لیکن ان میں دنیا کے لئے کوئی عام پیامِ نجات نہیں ہے۔

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو۔ نتائج کی بحث بعد کو آتی ہے سب سے پہلے دعوت اعلان، ادّعا اور نفس تعلیم کا سوال ہے۔ دنیا حضرت مسیحؑ کی یاد پر کیوں کر قناعت کر لے، جب کہ خود انہوں نے دنیا کے لئے کچھ نہ کیا، بلکہ ہمیشہ اُسے ٹھکرایا، مردود کیا اور اس کے ساتھیوں کو، اس کے دوستوں کو اور اس سے رشتہ رکھنے والوں کو خدا کی بادشاہت کی مہربانی سے محروم بتلایا؛ حتیٰ کہ ایک آخری فتویٰ دے دیا:

"تم خدا اور دنیا دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے" (متی ۶: ۲۵)

آرین سلسلہ

اس کے بعد مذاہب عالم میں آرین نسلوں کی دعوتیں ہمارے سامنے آتی ہیں لیکن افسوس کہ دنیا کے لیئے ان کے پاس بھی کوئی پیام سعادت نہیں؛ عظیم الشان گوتم بدھ کی تمام تعالیم و وصایا کا ماحصل یہ تبلایا جاتا ہے کہ "نجات دنیا کے ساتھ رہ کر حاصل نہیں ہو سکتی" پس دنیا کو جن لوگوں نے ٹھکرا دیا، دنیا اُن کے پاس جا کر کیا سکھ حاصل کرے گی؟ پھر اُس نے جو کچھ بھی تبلایا اور سکھلایا ہو، لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں، اس کی دعوت محدود رہی۔ ہندوستان میں اُسے شکست ملی تو جاپان اور چین میں جا کر محدود ہو گئی۔ پس زمین اپنی اس مصیبت کے لیئے جو رقبوں اور ملکوں میں محدود نہیں ہے، عظیم الشان بُدھ سے کیا حاصل کر سکتی ہے؟

ہندوستان کے مذہبی ذخیرۂ تعلیمات اور ان کی پُراثر قدامت کی وقعت سے ہم انکار نہیں کر سکتے تاہم دنیا کے لیئے اُن کے بانیوں کی عظمت کے اندر کیا خوشی ہو سکتی ہے جب کہ کوہ ہمالہ کی دیواروں اور بحرِ عرب کی موجوں سے باہر بھی دنیا ہے، مگر ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر بسنے والوں ہی کو اپنی ہدایتیں سپرد کیں۔

لیکن جس وقت سے کہ مسیحیت کی قوت نے شکست کھائی، تمدن کا غیر دینی دور شروع ہوا، مذہبی جماعتوں اور مذہبی خلافت (پوپ) کے حلقہ غلامی سے یورپ آزاد ہو گیا، تو اُس وقت سے یورپ کے موجودہ تمدن کی بنیاد پڑی اور مسیحی قوموں نے ترقی شروع کی۔

اگر تم کہتے ہو کہ دنیا کے سب سے بڑی عظمت مسیحی مذہب کے بانی میں تھی، تو خود اُس کے بانی ہی نے ہمیں معیارِ حق و باطل بھی بتلا دیا ہے کہ:

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔" (مرقس ۱۹ : ۱۶)

پس دنیا اگر مسیحی مذہب کی پیدائش کے اندر اپنی خوشی کو ڈھونڈھے تو اُس کو انسان کی امن و سلامتی اور فطرت کی آزادی و سعادت کی بجگہ قتل و غارت اور ہلاکت و غلامی کی یادگار کا جشن منانا پڑے گا۔ کیونکہ مسیحیت کے درخت کا صرف یہی پھل ہمارے سامنے ہے۔

پھر کیا دنیا اس کے لئے تیار ہے؟

یہ جو کچھ تھا، مسیحی اقوام کی تاریخ قدیم کی بنا پر تھا لیکن اگر اس پر گزشتہ دو صدیوں کے واقعات و نتائج کا بھی اضافہ کر دیا جائے، جو اقوام یورپ کے اعمال تمدن سے وابستہ ہیں، تو دنیا کی مایوسی اور زیادہ درد انگیز ہو جائے۔

والا، سعادت انسانیت کی خوش خبری پھیلانے والا، اللہ کی طرف اُس کے بندوں کو بلانے والا اور دنیا کی تاریکیوں کے لئے ایک چراغ نورانی بنا کر بھیجا ہے۔

پس تمام کرۂ ارضی کی روشنی کے لیے یہی ایک آفتاب ہدایت ہے جس کی عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لیئے نور بشارت پاسکتی ہے اوراس لیئے صرف وہی ایک ہے جس کے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلاسکتی، اور اگر اس نے بھلادیا ہے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگی کے ساتھ صرف اسی کے آگے جھکنا پڑے گا اور اسی کو اپنا کعبۂ امید بنانا پڑے گا۔

عالمگیر پیام

اس مقدس پیدائش نے دنیا میں ظاہر ہوکر یہ نہیں کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے آیا ہوں، بلکہ اس نے کہا کہ تمام عالم انسانیت کو غیر الٰہی غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصد ظہور ہے۔ اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ رونق ہی سے عشق نہیں کیا بلکہ تمام عالم کی اجڑی ہوئی بستی پر غمگینی کی، اوران کی دوبارہ رونق و آبادی کا اعلان کیا۔ اس نے اس خدا کی محبتوں کی طرف دعوت نہیں دی جو صرف سینا

ولادت باسعادت

پس دنیا اگر اپنی نجات کے لئے بے چین ہے، تو اُس کے لئے راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی کی زندگی میں ہے۔ اس کا دکھ ایک ہی ہے۔ اس لئے اس کی شفا کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ اس کا پروردگار ایک ہے جو اپنے ایک ہی آفتاب کے ذریعہ اس کے خشک و تر پر چمکاتا اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اُس کے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے۔ پس اس کی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہی ہے، اور گو بہت سے ستارے اُس کی روشنی سے اکتساب نور کرتے ہوں، مگر ان سب کا مرکز و مبداء نورانیت ایک ہی ہے۔

قرآن حکیم نے آفتاب کو "سراج" کہا:۔

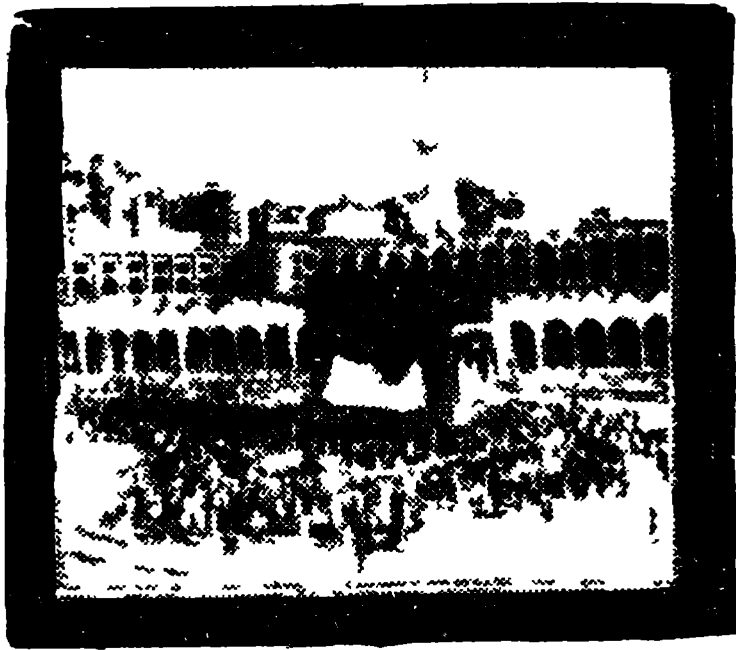
وجعلنا سراجا وھاجا اور ہم نے آسمان میں سُورج کے چراغ کو بڑا ہی روشن بنایا۔ (۱۴:۷۸)

اور اسی طرح اُس کے مظہر کو بھی "سراج" کہا جس کی ہدایت و رحمت کی روشنی تمام کرہ ارضی کی ظلمتوں کے لئے پیام صبح تھی۔

انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا، وداعیا الی اللہ باذنه وسراجا منیرا۔

اے پیغمبر اسلام! ہم نے تم کو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے

دنیا اُن کو بھلا دے گی، تو یہ صرف قوموں اور ملکوں کی سعادت کی فراموشی ہو گی، کیونکہ اس سے زیادہ انہوں نے کچھ نہ کہا، لیکن اگر ربیع الاوّل کو اُمّت نے بھلا دیا، تو یہ تمام کرۂ ارضی کی نجات کو بھلا دینا ہو گا۔ کیونکہ ربیع الاوّل کی رحمت کسی ایک سرزمین کے لیئے نہیں بلکہ تمام عالمین کے لیے تھی۔



ذکرِ مقدس (قدوسیت کبریٰ)

آں راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ است
بردار تواں گفت، بہ منبر نہ تواں گفت

عزیزانِ ملّت! ماہ ربیع الاوّل کا ورود تمہارے لیے جشن و مسرت

کی چوٹیوں یا ہمالہ کی گھاٹیوں میں بستا ہے، بلکہ اُس رب العالمین کی طرف بلایا جو تمام نظام ہستی کا پروردگار ہے اور اس لئے تمام کائنات عالم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ ہم کو دنیا میں سکندر ملتا ہے، جس نے تمام عالم کو فتح کرنا چاہا تھا، لیکن ہم دنیا کی پوری تاریخ میں خدا کے کسی رسول کو نہیں پاتے جس نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلان جہاد کیا ہو۔ اس کا صرف ایک ہی اعلان ہے جو آغازِ خلقت سے اب تک کیا گیا ہے۔ اور اس لئے اگر دنیا نسلوں، قوموں اور رقبوں کا نام نہیں ہے بلکہ مخلوقات الٰہی کی اس پوری نسل کا نام ہے جو کرۂ ارضی کی پیٹھ پر بستی ہے تو وہ مجبور ہے کہ ہر طرف سے مایوسی کی نظریں ہٹا کر صرف اس ایک ہی اعلان عام کے آگے جھک جائے اور صرف اسی کی پیدائش کے دن کو اپنی عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرلے۔

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین

نذیرا۔ (۲۵:۱)

کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے ذات اُس کی جس نے اپنے برگزیدہ بندہ پر الفرقان نازل کیا تاکہ وہ قوموں اور ملکوں ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام عالموں کی ضلالت کے لئے ڈرانے والا ہو۔

دنیا میں جس قدر داعیانِ حق وصداقت کے اعلانات موجود ہیں، اگر

پس کیا مبارک ہیں وہ دل جنہوں نے اپنے عشق و شیفتگی کے لیے رب السماوات والارض کے محبوب کو چُنا اور کیا پاک و مطہر ہیں وہ زبانیں، جو سید المرسلین ورحمۃ اللعالمین کی مدح و ثنا میں زمزمہ سنج ہوئیں۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و خمِ طرۂ یارے گیرند

انہوں نے اپنے عشق و شیفتگی کے لیے اس کی محبوبیت کو دیکھا جس کو خود خدا نے اپنی چاہتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا، اور ان کی زبانوں نے اس کی مدح و ثنا کی، جس کی مدح و ثنا میں خود خدا کی زبان، اس کے ملائکہ اور قدوسیوں کی زبان اور کائناتِ ارضی کی تمام پاک روحوں اور سعید ہستیوں کی زبان اُن کی شریک و ہم نوا ہے۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (۳۳: ۵۶)

کائناتِ ہستی کی محبوبیتِ اعلیٰ

بلاشبہ محبتِ نبویؐ اور عشقِ محمدیؐ کے یہ پاک ولولے اور یہ مخلصانہ ذوق و شوق تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ہے۔ تمہارا یہ عشقِ الٰہی ہے، تمہاری یہ محبت ربانی ہے، تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادت اور راست

کا ایک پیغام عام ہوتا ہے۔ کیونکہ تمہیں یاد آجاتا ہے کہ اسی مہینے کے ابتدائی ہفتوں میں خدا کی رحمت عامہ کا دنیا میں ظہور ہوا، اور اسلام کے داعی برحق کی پیدائش سے دنیا کی دائمی غمگینیاں اور سرگشتگیاں ختم کی گئیں۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

تم خوشیوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور ہو جاتے ہو، تمہارے اندر خدا کے رسول برحق کی محبت و شیفتگی ایک بے خودانہ جوش و محویت پیدا کر دیتی ہے۔ تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسی کی یاد میں، اسی کے تذکرہ میں اور اسی کی محبت کی لذت و سرور میں بسر کرنا چاہتے ہو۔

تم اس کے ذکر و فکر کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، ان کی آرائش و زینت میں اپنی محنت و مشقت کی کمائی بے دریغ لٹاتے ہو، خوشبودار اور تر و تازہ پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، کافوری شمعوں کے خوبصورت فانوس اور برقی روشنی کے بکثرت کنول روشن کرتے ہو۔ عطر و گلاب کی مہک اور اگر کی بتیوں کا بخور جب ایوان مجلس کو اچھی طرح معطر کر دیتا ہے، تو اس وقت مدح و ثنا کے زمزموں اور درود و سلام کے مقدس ترانوں کے اندر اپنے محبوب و مطلوب مقدس کی یاد کو ڈھونڈتے ہو اور بسا اوقات تمہاری آنکھوں کے آنسو اور تمہارے پُرمحبت دلوں کی آہیں اس کے اسم مبارک سے والہانہ عشق کرتی ہیں اور اس کے عشق سے حیات روحانی حاصل کرتی ہیں۔

کوئی اس کا ساجھی نہیں اور اُس کے حسن و جمالِ فردانیت کا کوئی شریک نہیں ؎

مُنزہ عن شریكٍ فی محاسنه   فجوھر الحسن فیه غیر منقسم

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا، وہاں ان سب کو ان کے ناموں سے پکارا ہے اور ان کے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے تو اُن کے ناموں کے ساتھ کیا ہے لیکن اس انسان کامل، اس فرد اکمل، اس صفات عبدیت کے وحدہٗ لا شریک کا اکثر مقامات میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اس کا نام لیا گیا، نہ ہی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا، بلکہ صرف "عبد" کے لفظ سے اس کے پروردگار نے اُسے یاد فرمایا:

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔

کیا پاک ہے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے "عبد" کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی۔

سورۂ جن میں فرمایا:

وانه لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیه لبدا۔

اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کے لیے کھڑا ہوتا ہے تاکہ

بازی کا سرچشمہ ہے۔ تم اس وجود مقدس و مطہر کی محبت رکھتے ہو جس کو تمام کائنات انسانی میں سے تمہارے خدا نے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودیتوں کے لئے چن لیا اور ربوبیت عالم کا خلعت اعلیٰ صرف اسی کے وجودِ اقدس پر راست آیا۔ کرۂ ارضی کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو لکھی جا سکتی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جا سکتا ہے، اس سے اعلیٰ رخ ثنا جو کی جا سکتی ہے، غرض کہ انسان کی زبان انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی اور کر سکتی ہے وہ سب کا سب صرف ایک انسان کامل و اکمل کے لئے ہے اور اس کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں ؎

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

وللہ در ما قال

عبارا تنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

وحدہٗ لاشریک

خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہٗ لاشریک ہے کہ کوئی ہستی اس کی شریک نہیں، اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیت اعلیٰ اور عبدیت کبریٰ بھی وحدہٗ لاشریک ہے کیونکہ اس کی انسانیت و عبدیت میں

تھا کہ اس وجود گرامی کی عبدیت اور بندگی اس درجۂ آخری اور مرتبۂ قصویٰ تک پہنچ چکی ہے جو انسانیت کی انتہا ہے اور جس میں اور کوئی عبد اس عبد کامل کا شریک وسہیم نہیں۔ پس عبدیت کا فرد کامل وہی ہے اور اس لئے بغیر اضافت ونسبت کے صرف "عبد" کا لقب اُس کو ناموں اور علموں کی طرح پہچنوا دیتا ہے کیونکہ تمام کائنات ہستی میں اس کا سا کوئی عبد نہیں۔

پس یہ وہ تھا کہ اس کے صفات الٰہیہ کا یہ حال ہے، اُس کی انسانیت وعبدیت کی وحدت اس طرح فرمانفرمائے جمیع کائنات ہے۔ اس کی محبّت ومحبوبیت کا تو رب السمٰوات والارض نے اعلان کیا اور اس کی رحمت کو اپنی ربوبیت کی طرح تمام عالمین پر محیط کر دیا، اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات رافت ورحمت سے متصف فرمایا۔ اگر اپنے آپ کو الرحمٰن الرحیم کہا تو اُسے بھی بالمومنین رؤف الرحیم قرار دیا۔ اس کو تمام قرآن حکیم میں کبھی بھی نام لے کر نہ پکارا بلکہ کبھی صدائے عزت سے نوازا کہ یا ایہا الرسول، اور کبھی طریق محبت سے پکارا کہ یا ایہا المزمل اس کے وجود کی عزت وعظمت کو اپنی عزت کی طرح اپنے بندوں پر فرض کر دیا اور جا بجا حکم دیا کہ تعزروہ وتوقروہ (اس کی عزت کرو اور اس کی توقیر بجا لاؤ) پھر وہ کہ اس کی محبوبیتوں اور عظمتوں کا یہ حال تھا کہ اس کا وجود مقدس واطہر تو بڑی چیز ہے وہ جس آبادی میں بسا اور جس شہر کی گلیوں

اللہ کو پکارے، تو کفار اس کو اس طرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اس پر آگریں گے۔

سورۂ کہف کو اس آیت سے شروع کیا۔

الحمد للہ الذی انزل علیٰ عبدہ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے "عبد" پر کتاب اتاری۔

سورۂ فرقان کی پہلی آیت ہے۔

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ (۱:۲۵)

کیا ہی پاک ذات ہے اُس کی جس نے الفرقان اپنے "عبد" پر اتارا تاکہ وہ تمام عالم کی ضلالتوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

اسی طرح سورۂ نجم میں فرمایا فاوحیٰ الیٰ عبدہ "ما اوحیٰ۔ سورۂ حدید میں فرمایا ینزل علیٰ "عبدہ" ایات۔ پس ان تمام مقامات میں آپ کا اسم گرامی نہیں لیا، بلکہ اس کی جگہ صرف "عبد" فرمایا۔ حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لئے اگر عبد کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی تصریح بھی کردی ہے۔ سورۂ مریم میں حضرت ذکریا کے لئے فرمایا ذکر رحمۃ ربک عبدہ ذکریا۔ سورۂ ص میں فرمایا واذکر عبدنا داؤد نیز واذکر عبدنا ایوب۔ اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود الٰہی

کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جس کے بغیر اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہو سکتی؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدائش ہے جس کی یاد کے لیئے تم سروسامان جشن کرتے ہو۔

یہ کون تھا جس کی ولادت کے تذکرہ میں تمہارے لیئے خوشیوں اور مسرّتوں کا ایسا عزیز پیام ہے؟

آہ! اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لیئے جشن و مسرّت کا پیام ہے، کیونکہ اسی مہینہ میں وہ آیا، جس نے تم کو سب کچھ دیا تھا، تو میرے لیئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں، کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا، وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا۔ اس لیئے اگر یہ ماہ ایک طرف بخشنے والے کی یاد تازہ کرتا ہے، تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہو جانا چاہیئے۔

ما خانہ رمیدگانِ ظلمیم پیغامِ خوش از دیارِ ما نیست

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، مگر تمہیں اپنے دل کی اُجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو، مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دُور کرنے کے لیئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، مگر آہ! تمہارے اعمالِ حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے۔ تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال

میں چلا پھرا، اُس کی عزت کو بھی خدائے زمین و آسمان نے تمام عالم میں نمایاں کیا۔

لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد۔

ہم مکّہ کی قسم کھاتے ہیں مگر اس لئے کہ تیرا وجود اس کی سرزمین میں رہا اور بسا ہے۔

ومن مذھبی حب الدیار لاھلھا　　وللناس فیما یعشقون مذاھب

پس جس کی قدوسیت و جبروتیت کا یہ مرتبہ ہو، اس کی یاد میں جتنی گھڑیاں بھی کٹ جائیں، اُس کے عشق میں جتنے آنسو بھی بہہ جائیں۔ اُس کی محبت میں جتنی آہیں بھی نکل جائیں اور اُس کی مدح وثنا میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، انسانیت کا حاصل، رُوح کی سعادت، دل کی طہارت، زندگی کی پاکی اور ربانیت و الٰہیت کی پادشاہی ہے۔ وللہ در ما قال۔

راہ تو بہر قدم کہ پویند خوش است　　وصل تو بہر سبب کہ جویند خوش است
روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکوست　　نام تو بہر زباں کہ گویند خوش است

جشنِ حصول و ماتمِ ضیاع

لیکن جب کہ تم اس ماہ مبارک میں یہ سب کچھ کرتے ہو اور اس ماہ کے واقعہ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو، تو اس کی مسرتوں کے اندر تمھیں

سے مہلت نہیں ۔ حالانکہ اس کے جشن و طرب کے سرور و میں ایک نہ ایک پیام ماتم و عبرت بھی رکھ دیا گیا ہے بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں، کان سنیں اور دل کی دانائی غفلت و سرشاری نے چھین نہ لی ہو۔

وَاِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ۔ (۵۰ : ۳۷)

ظہور و مقصد ظہور

ماہ ربیع الاول کی یاد میں ہمارے لئے جشن و مسرت کا پیام اس لئے تھا کہ اسی مہینہ میں خدا کا وہ فرمان رحمت دنیا میں آیا جس کے ظہور نے دنیا کی شقاوت و حرمانی کا موسم بدل دیا، ظلم و طغیان اور فساد و عصیان کی تاریکیاں مٹ گئیں، خدا اور اس کے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا۔ انسانی اخوت و مساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کر دیا اور کلمہ کفر و ضلالت کی جگہ کلمۂ حق و عدالت کی بادشاہت کا اعلان عام ہو۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ ۔ (۵ : ۱۶،۱۵)

اللہ کی طرف سے تمہاری جانب ایک نور ہدایت اور کتاب مبین آئی۔ اللہ اس کے ذریعہ اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی اور زندگی کی راہوں پر ہدایت فرماتا اور ان کے دل

دائمیٔ کو معطر کرنا چاہتے ہو۔ مگر آہ! تمہاری غفلت کہ تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشامِ رُوح یکسر محروم ہے! کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چُونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرّہ نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہ ربیع الاوّل کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی، مگر تمہاری رُوح کی آبادی معمور ہوتی، تمہاری دل کی بستی نہ اُجڑتی، تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا اور تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنۂ نبویؐ کی مدح و ثنا کے ترانے اٹھتے۔

فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔
(۲۲ : ۴۶)

مجھے یہ ڈر ہے دِل زندہ تو نہ مر جائے

کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

پھر آہ، وہ قوم، اور صد آہ اس قوم کی غفلت و نادانی، جس کے لئے ہر جشن و مسرت میں پیامِ ماتم ہے اور جس کی حیاتِ قومی کا ہر قہقہۂ عیش فغانِ حسرت ہو گیا ہے، مگر نہ تو ماضی کی عظمتوں میں اس کے لئے کوئی منظرِ عبرت ہے، نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئی پیامِ تنبیہ و ہوشیاری ہے اور نہ مستقبل کی تاریکیوں میں زندگی کی کسی روشنی کو اپنے سامنے رکھتی ہے۔ اسے اپنی کامجوئیوں اور جشن و مسرت کی بزم آرائیوں

کی رسم تو مناتے ہو، مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے۔

آتشیں شریعت

اس موسم کی خوشیاں اس لئے تھیں کہ اسی میں اللہ کی عدالت کی وہ "آتشیں شریعت" کوہ فاراں پر نمودار ہوئی جس کی سعیر کی چوٹیوں پر صاحب تورات کو خبر دی گئی تھی۔ اور جو مظلومی کے آنسو بہانے، مسکینی کی آہیں نکالنے ذلّت و نامرادی سے ٹھکرائے جانے کے لئے دنیا میں نہیں آئی تھی، بلکہ اس لئے آئی تھی کہ اعدائے حق و عدالت ناکامی کے آنسو بہائیں، دشمنان الٰہی مسکینی کے لئے چھوڑ دیئے جائیں، ضلالت و شقاوت نامرادی و ناکامی کی ذلّت سے ٹھکرائی جائے اور سچائی و راستی کا عرش عظمت و اجلال نصرت الٰہی کی کامرانیوں اور اقبال و فیروزی کی فتح مندیوں کے ساتھ تمام کائنات ارضی میں اپنی جبروتیت و قدوسیت کا اعلان کرے۔ پس وہ اللہ کے ہاتھ کی چمکائی ہوئی ایک تلوار تھی جس کی ہیبت و قہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کھیئے حق کی پادشاہت اور دائمی فتح کی دنیا کو بشارت سنائی۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ (۹ : ۳۳)

صراطِ مستقیم کو کھولتا ہے۔

لیکن دنیا شقاوت و حرمانی کے درد سے پھر دُکھیا ہو گئی، انسانی شر و فساد اور ظلم و طغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کے لئے پھیل گئی۔ سچائی اور راست بازی کی کھیتیوں نے پامالی پائی اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا۔ خدا کی وہ زمین جو صرف خدا ہی کے لئے تھی، غیروں کو دے دی گئی اور اُس کے کلمۂ حق و عدل کے غمگساروں اور ساتھیوں سے اس کی سطح خالی ہو گئی۔

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (۳۰:۴۱)

زمین کی خشکی و تری دونوں میں انسان کی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل گیا اور زمین کی صلاح و فلاح غارت ہو گئی۔

پھر آہ! تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو، پر اُس کے ظہور کے مقصد سے غافل ہو گئے ہو اور وہ جس غرض کے لئے آیا تھا، اُس کے لئے تمہارے اندر کوئی ٹیس اور بے چینی نہیں۔

یہ ماہ ربیع الاوّل اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے تو صرف اس لئے کہ اسی مہینہ میں دنیا کی خزانِ ضلالت ختم ہوئی اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا۔ پھر اگر آج دنیا کی عدالت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مُرجھا گئی ہے، تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہار کی خوشیاں

كنتم توعدون ـ نحن اوليائكم فى الحيوٰة الدنيا و الاخرة ولكم فيها ما تشتهى انفسكم ولكم ما تدعون ـ (۴۱ : ۳۰ / ۱۳)

اللہ کے وہ صالح بندے جنہوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں پھر ساتھ ہی اس پر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا، سو یہ وہ لوگ ہیں کہ کامرانی اور فتح مندی کے لئے خدا نے انہیں چن لیا ہے۔ وہ اپنی ملائکہ نصرت کو ان پر بھیجتا ہے جو ہر دم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لئے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔ دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرت و حمایت سے فتح مند و کامیاب ہو گے اور آخرت میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد۔ اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لئے ہیں۔ تم جو نعمت چاہو گے تمہیں ملے گی اور جس چیز کو پکارو گے پاؤ گے۔

لا تهنوا ولا تحزنوا

کیونکہ وہ جو ربیع الاوّل میں آیا، اُس نے کہا کہ غم اور ناکامی اُن کے

وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو دنیا کی سعادت کے
قیام اور ضلالت کی مقہوریت کے لئے دین حق کے ساتھ بھیجا
تاکہ وہ تمام دینوں پر اسے غالب کر دے ، پس اس کی حقانیت
کی طاقت ہی آخر میں دائمی اور عام فتح پانے والی ہے ، اگرچہ
مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہی شاق گزرے ۔

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادی کا زخم لگانے والا ہاتھ تھا ، وہ مظلومی کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی ۔ وہ مسکینی کی بے قراری نہ تھی ، بلکہ دنیا کو بے قرار کرنے والوں نے اس سے بے قراری پائی ۔ وہ درد و کرب کی کروٹ نہ تھی بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چینی کا بستر ملا ۔ وہ جو کچھ لایا اس میں غمگینی کی چیخ نہ تھی ، ماتم کی آہ نہ تھی ، ناتوانی کی بے بسی نہ تھی اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا ، جشن و مراد کی بشارت تھی ، کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی ، طاقت اور فرماں فرمائی کا اقبال تھا ، امید اور یقین کا خندۂ عیش تھا ، زندگی اور فیروز مندی کا پیکر و تمثال تھا ، فتح مندی کی ہمیشگی تھی اور نصرت و کامرانی کی دائمی ۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم
الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی

ہے کہ ایک جگہ جمع ہو جائیں، شیر اور بکری ہو سکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں، لیکن خدا کا "ایمان" اور" انسان کا خوف" یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں، جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، اور ایک بدبخت ایمان الٰہی کا دعویٰ کر کے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے، تو تم اُسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکراؤ، جو انسان کی راہ میں لڑھک کر آجاتے ہیں تاکہ دوڑنے والوں کے لئے ٹھوکر بنیں، کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے۔

لا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ (۳: ۱۳۵)

نہ ہراساں ہو اور نہ غمگین ہو، تم ہی سب پر غالب آنے والے ہو اگر تم سچے مومن ہو۔

الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون (۱۰: ۶۲)

یاد رکھو! کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اُس کے چاہنے والے ہیں، اُن کے لئے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہوں گے۔

استبدالِ نعمت

لیکن آج جب کہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، تو تمہارا کیا حال

لئے ہونی چاہیے جن کے پاس کامیابی اور نصرت بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے، پر وہ جو جنہوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کر کے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھ وفاداری کی اور اس کی ذات کو اپنا دوست بنا لیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، تو وہ کیوں کر غمگینی پا سکتے ہیں، اور خدا کے دوستوں کے ساتھ اس کی زمین میں کون ہے جو دشمنی کر سکتا ہے۔

ذلک بان اللہ مولی الذین اٰمنوا وان الکافرین لا مولیٰ لھم۔ (۴۷: ۱۲)

اس لئے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے مگر کافروں کا نہیں جنہوں نے اُس سے انکار کیا۔

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمۂ حق و عدل کی خدمت گزاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا، وہ کسی سے نہیں ڈر سکتے، البتہ اُن کی ہیبت اور قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاہیئے۔

فلا تخافوا ھم وخافون ان کنتم مومنین۔

دشمنانِ حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ہو۔ (۳: ۱۷۰)

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا جمع ہو سکتے ہیں۔ آگ اور پانی ممکن

فتح یاب کریں اور مومن ناکام رہ جائیں۔

پھر یہ کیوں ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے اور اُن کے حکموں کے آگے گرنا جانتے ہو، خدا کے وعدہ لا یخلف المیعاد کے لئے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے؟ آہ! نہ تو اس کا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اُس نے اپنا رشتہ توڑا، مگر تم ہی ہو، تمہاری ہی محرومی، بے وفائی ہے، تمہارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے۔ جس نے اپنے پیمان وفا کو توڑا اور خدا کے مقدس رشتہ کی عزت کو اپنی غفلت و بداعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا۔

ذٰلك بان اللّٰہ لم یك مغیرا نعمۃ انعمھا علیٰ قوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم وان اللّٰہ لیس بظلام للعبید۔ (۸: ۵۵)

اس لئے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی نہ کر دے اور وہ اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہے کہ ان کو بغیر جرم کے سزا دے۔ خدا اب بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف تمہارے ہی لئے ہے۔

ہے؟ وہ تمہاری دولت کہاں ہے جو تمہیں دی گئی تھی؟ وہ تمہاری نعمت کامرانی کدھر گئی جو تمہیں سونپی گئی تھی؟ وہ تمہاری رُوحِ حیات کیوں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی، جو تم میں پھونکی گئی تھی؟ آہ! تمہارا خدا تم سے کیوں روٹھ گیا؟ اور تمہارے آقا نے کیوں تم کو صرف اپنی ہی غلامی کے لیئے نہ رکھا؟ کیا ربیع الاوّل کے آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزّت صرف تمہارے ہی لیئے ہے؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمہارے سوا کوئی وارث نہیں؟

وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔ (۶۳:۸)

عزّت اللہ کے لیئے ہے، اُس کے رسولؐ کے لیئے اور مومنوں کے لیئے لیکن جن کے دل نفاق سے کھوٹے گئے، وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلّت کے لیئے چھوڑ دیئے گئے ہو اور عزّت نے تم سے منہ چھپا لیا ہے؟ کیا خدا کا وعدۂ نصرت تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ:

وکان حقا علینا نصر المومنین (۳۰:۴۷) مسلمانوں کو نصرت اور فتح دینا ہمارے لیئے ضروری ہے۔ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ ہم غیروں کو

سے انسان کو نجات دلائے، اور غلامی کے جو طوق انہوں نے اپنی گردنوں میں پہن رکھے ہیں، اُن کے بوجھ سے رہائی بخشے۔

اُس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ہی کی ہے اور حکم و فرمان صرف ایک ہی کے لئے سزاوار ہے۔

ان الحکم الا للّٰہ (۱۲:۶۷) حکم و طاقت کسی کے لئے نہیں ہے، مگر صرف اللہ کے لئے۔

اُس نے سب سے پہلے انسان کو اُس کی چھینی ہوئی آزادی و حریت واپس دلائی اور کہا کہ مومن نہ تو پادشاہوں کی غلامی کے لئے ہے، نہ کاہنوں کی اطاعت کے لئے، نہ کسی اور انسانی طاقت کے آگے جھکنے کے لئے، بلکہ اس کے سر کے لئے، ایک ہی چوکھٹ، اس کے دل کے لئے ایک ہی عشق، اس کے پاؤں کے لئے ایک ہی زنجیر اور اس کی گردن کے لئے ایک ہی طوق اطاعت ہے۔ وہ جھکتا ہے تو اسی کے آگے، روتا ہے تو اسی کے لئے، اعتماد کرتا ہے تو اسی کی ذات پر، ڈرتا اور لرزتا ہے تو اُسی کی ہیبت سے، امید کرتا ہے تو اُسی کی رحمت پر، وہ مشرک نہیں ہے کہ خدا کی طرح انسانوں کو بھی ہیبت اور قہاریت کی صفت بخشے۔

ءَاَرباب متفرقون خیرام اللّٰہ الواحد القھار؟ ما تعبدون من دونہ الا اسما سمّیتموھا انتم و

بشرطیکہ تم بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف خدا ہی کے لئے ہو جاؤ۔

ان تنصروا اللہ، ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کر دے گا۔

یادگارِ حرّیت

تم ربیع الاوّل میں آنے والے کی یاد اور محبّت کا دعویٰ رکھتے ہو اور مجلسیں منعقد کر کے اس کی مدح و ثنا کی صدائیں بلند کرتے ہو، لیکن تمہیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جس کی یاد کا تمہاری زبان دعویٰ کرتی ہے، اُس کی فراموشی کے لئے تمہارا ہر عمل گواہ ہے؟ اور جس کی مدح و ثنا میں تمہاری صدائیں زمزمہ سرا ہوتی ہیں، اُس کی عزّت کو تمہارا وجود بٹہ لگا رہا ہے؟ وہ دنیا میں اس لئے آیا تھا تاکہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراطِ مستقیم پر چلائے، اور غلامی کی اُن تمام زنجیروں سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دے جن کے بڑے بڑے بوجھل حلقے انہوں نے اپنے پاؤں میں ڈال لئے تھے۔

ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم (۷: ۱۵۷)

پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریوں اور بندشوں

ضرب اللہ مثلاً: عبداً مملوکاً لا یقدر علی شیٔ ومن رزقناہ منا رزقاً حسناً، فھو ینفق منہ سراً وجہراً ھل یستوٗن؟ (۱۶: ۷۷)

اللہ ایک مثال دیتا ہے۔ یوں فرض کرو کہ ایک شخص ہے جو کسی دوسرے انسان کا غلام ہے۔ خود اسے کوئی اختیار حاصل نہیں وہ اپنی کسی چیز پر باوجودیکہ اسی کی ہے کچھ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا آزاد و خود مختار انسان ہے جس پر کسی انسان کی حکومت نہیں، اسے اپنی ہر چیز پر قدرت واختیار حاصل ہے، اور جو کچھ خدا نے دیا ہے وہ اسے ظاہر و پوشیدہ، جس طرح چاہتا ہے بے دھڑک خرچ کرتا ہے، تو کیا یہ دونوں آدمی ایک ہی طرح کے ہوئے؟ کیا دونوں کی حالت میں کوئی فرق نہیں؟ اگر فرق ہے، تو پھر وہ کہ اس کا مالک صرف خدا ہی ہے اور وہ کہ اس کے گلے میں انسانوں کی اطاعت کے طوق پڑے ہوئے ہیں، دونوں ایک طرح کے کیسے ہو سکتے ہیں۔

پس اگر ربیع الاول کا مہینہ دنیا کے لئے خوشی و مسرت کا مہینہ تھا

ءَاَبَاؤُكُمْ مَّا أَنزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا
لِلّٰهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۔ (۱۲ : ۴۰)

پرستش اور غلامی کے لئے کئی ایک معبود بنا لینا اچھا یا ایک ہی خدائے واحد و قہار کا ہو رہنا؟ یہ جو تم نے اپنی بندگی کے لئے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی ہیں، تو بتلاؤ؟ کہ ان کی ہستی بجز اس کے کیا ہے کہ چند وہم ساز نام ہیں جو تم نے اور تمہارے بڑوں نے اپنی گمراہی سے گھڑ لئے اور مدت کی ضلالت و رسم پرستی نے اُن کے اندر مصنوعی ہیبت و مرعوبیت پیدا کر دی۔ حالانکہ خدا نے نہ تو اُن کے اندر کوئی طاقت رکھی اور نہ اُن کی معبودیت و محبوبیت کے لئے کوئی حکم اتارا۔ یقین کرو کہ تمہاری غلامی کے یہ تمام مصنوعی بُت کچھ بھی نہیں ہیں، حکم و سلطانی، دنیا میں نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لئے۔ اُس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسی کی، یہی انسان کی فطرت صالح کی راہ ہے اور اس لئے یہی دین قیم ہے۔

اور دیکھو کہ اُس نے انسان کی حریت صادقہ اور آزادی حق کو کس طرح مثالوں کی دانائی میں سمجھایا:

پھر تم تبلاؤ کہ تم کون ہو؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ہو جس نے اپنے نفس کی غلامی، اپنی خواہشوں کی غلامی، ماسوی اللہ رشتوں کی غلامی اور غیر الٰہی طاقتوں کی غلامی کی زنجیروں سے اپنی گردن کو چھپا دیا ہے۔ تم پتھروں کا ایک ڈھیر ہو جو نہ تو خود ہل سکتا ہے اور نہ اس میں جان ورد ح ہے البتہ چور چور ہو سکتا اور ایک دوسرے پر پٹکا جا سکتا ہے۔ تم غبار راہ کی ایک مشت ہو، جس کو ہوا اڑا لے جائے تو اڑ سکتی ہے ورنہ وہ خود صرف اس لیے ہے تا کہ ٹھوکروں سے روندی جائے اور جولانِ قدم سے پامال کی جائے فیا للرزیۃ و یا للمصیبۃ۔

گلگونۂ عارض ہے نہ ہے رنگِ حنا تو
اے خوں شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا

پھر اے غفلت کی ہستیو! اور اے بے خبری کی سرگشتہ خوابیدہ رو! تم کس منہ سے اس کی پیدائش کی خوشیاں مناتے ہو، جو حریت انسانی کی بخشش حیاتِ روحی و معنوی کے عطیہ اور کامرانی و فیروزمندی کی خسروی و ملوکی کے لیے آیا تھا۔ اللہ اللہ غفلت کی نیرنگی اور انقلاب کی بوقلمونی! ماسوی اللہ کی عبودیت کی زنجیریں پاؤں میں ہیں، انسانوں کی مملوکیت و مرعوبیت کے حلقے گردنوں میں، ایمان باللہ کے ثبات سے دل خالی اور اعمال حقہ و حسنہ کی روشنی سے روح محروم! ان سامانوں اور تیاریوں کے ساتھ تم مستعد ہوئے ہو کہ

نو صرف اس لئے کہ اسی مہینہ میں دنیا کا سب سے بڑا انسان آیا، جس نے مسلمانوں کو ان کی سب سے بڑی نعمت یعنی خدا کی بندگی اور انسانوں کی آزادی عطا فرمائی اور اُس کو اللہ کی خلافت و نیابت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک و محترم امانت ٹھہرایا۔ پس ربیع الاوّل انسانی حریت کی پیدائش کا مہینہ ہے، غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے، خلافت الٰہی کی بخشش کا اوّلین یوم ہے، وراثت ارضی کی تقسیم کا اوّلین اعلان ہے۔ اسی ماہ میں کلمۂ حق و عدل زندہ ہوا اور اسی میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔

لیکن آہ! تم کہ اس ماہ حریت کے ورود کی خوشیاں مناتے ہو اور اُس کے لئے ایسی تیاریاں کرتے ہو، گویا وہ تمہارے ہی لئے اور تمہاری ہی خوشیوں کے لئے آیا ہے۔ خدارا مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کی خوشی منانے کا کیا حق ہے؟ کیا موت اور ہلاکی کو اس کا حق پہنچتا ہے کہ زندگی اور رُوح کا اپنے کو ساتھی بنائے؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کی عقلیں نہ ہنسیں گی اگر وہ زندوں کی طرح زندگی کو یاد کرے گی؟ ہاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے اندر دنیا کے لئے بڑی ہی خوشی ہے، لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کی طرح خوشیاں منائے؟

مجلس مولدِ نبویؐ

کسی صاحب نے مولانا ابوالکلام آزاد سے سوال کیا کہ ولادت نبویؐ کے متعلق بعض ایسے قصے احادیث کے حوالہ سے مشہور ہیں اور مجالس مولود میں اکثر بیان کئے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت بانیٔ اسلام کی پاک زندگی کے متعلق مخالفین کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیئے ہیں۔

اس مضمون میں سائل کا سوال اور حضرت مولانا کا جواب من و عن درج ہیں۔

سوال

چند دنوں کے بعد ماہ مبارک ربیع الاوّل آنے والا ہے، جب کہ مولود شریف کی مجلسیں جابجا منعقد ہوں گی لیکن جس طریقہ سے یہ مجلسیں منعقد ہوتی ہیں اور جو حالات و واقعات ان میں بیان کئے جاتے ہیں، معلوم نہیں جناب کا خیال اس بارہ میں کیا ہے؟ لیکن میں تو اس کو نہایت افسوسناک سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ یہی حالات و واقعات ہیں جنہوں نے حضرت بانیٔ اسلام کی پاک زندگی کے متعلق مخالفین کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیئے ہیں۔

ربیع الاوّل کے آنے والے کی یاد کا جشن مناؤ، جس کا آنا خدا کی عبودیت کی فتح، غیر الٰہی عبودیت کی ہلاکت، حریتِ صادقہ کا اعلانِ حق، عدالتِ حقہ کی ملوکیت کی بشارت، اور اُمتِ عادلہ و قائمہ کے تمکن و قیام کی بنیاد تھا۔

فما لھٰؤلاء القوم، لا یکادون یفقھون حدیثا۔ (۴: ۷۸)

پس اے غفلت شعارانِ ملت! تمہاری غفلت پر صد فغان و حسرت، اور تمہاری سرشاریوں پر صد ہزار نالہ و بکا، اگر تم اس ماہ مبارک کی اصلی عظمت و حقیقت سے بے خبر رہو اور صرف زبانوں کے ترانوں، در و دیوار کی آرائشوں اور روشنی کی قندیلوں ہی میں اس کے مقصد و یادگاری کو گم کر دو۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ماہِ مبارک اُمتِ مسلمہ کی بنیاد کا پہلا دن ہے، خداوندی بادشاہت کے قیام کا اوّلین اعلان ہے، خلافتِ ارضی و وراثتِ الٰہی کی بخشش کا سب سے پہلا مہینہ ہے پس اس کے آنے کی خوشی اور اُس کے تذکرہ اور یاد کی لذت ہر اُس شخص کی رُوح پر حرام ہے، جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغامِ الٰہی کی تعمیل و اطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کی پیروی و تاسی کے لئے کوئی نمونہ نہیں رکھتا۔

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ
اولٰئک الذین ھداھم اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب
(۳۹: ۱۷، ۱۸)

آپ ہمیشہ ہم انگریزی دانوں کو الحاد اور مذہبی غفلت کا الزام دیتے ہیں لیکن جس انداز اور طریقہ سے دیتے ہیں، اُس کی وجہ سے ہم نہایت خوش ہیں اور آپ کو اپنا خیر خواہ اور مصلح سمجھتے ہیں۔ لیکن خدا کے لئے اس بارے میں میری تشفی کر دیجئے کہ آیا یہ واقعات واقعی مستند کتابوں میں مرقوم ہیں؟ اور ان میں شک کرنا بیحرمتی اور مذہب سے کنارہ کشی ہے؟ اگر واقعی ایسا ہی ہے تو انصاف کیجئے کہ کیا یہ واقعات عقل میں آتے ہیں؟ اور ان کو آج کل کوئی تسلیم کر سکتا ہے؟ معاف فرمایئے گا اگر ایسے ہی واقعات سنا کر آپ ہم کو دینی جذبات سے برگشتگی کا الزام دیتے ہیں تو دیکھئے، ہماری سمجھ میں تو نہیں آتے۔ وہ واقعات یہ ہیں:-

۱۔ جب حضرت کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ایک مرغ سفید نمودار ہوا اور حضرت آمنہ کے پاس آیا نیز اس شب کو تمام جانوروں اور پرندوں نے گفتگو کی۔

۲۔ حضرت مریم اور حضرت آسیہ کا ولادت سے پہلے آنا اور بشارت دینا۔

۳۔ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوا، تو دو سو عورتیں رشک سے مر گئیں۔

۴۔ حضرت کی ولادت کے دن آتش کدہ ایران بجھ گیا۔ قصر نوشیرواں کے کنگورے گر گئے اور خانہ کعبہ کے بت اوندھے ہو گئے

ایک مدت سے میرا خیال تھا کہ ایک مختصر رسالہ حضرت کے حالات میں جمع کروں، جس کو مولود شریف کی مجلسوں میں پڑھا جائے لیکن جس طرح کے حالات کا متلاشی تھا، وہ کہیں نہیں ملتے تھے۔ عرصہ ہوا ایک رسالہ منشی امیر احمد امیر مینائی نے شائع کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس میں حالات زندگی ایک بہت بڑے عالم کی مدد سے لکھے گئے ہیں، لیکن اس کو بھی دیکھا، از سرتاپا وہی قصے بھرے تھے۔

اس سال میں نے بطور مسودے کے ایک تحریر لکھی اور چند علمائے دین کو بغرض اصلاح سنائی۔ لیکن وہ اس امر پر نہایت برہم و ناراض ہوئے کہ ذکر ولادت کے وہ واقعات اس میں نہ تھے جو عام کتب مولود میں بیان کئے گئے ہیں۔ میں نے ان میں سے ایک صاحب تصنیف عالم صاحب سے عرض کیا کہ کیا یہ واقعات مستند تاریخوں اور حدیث کی کتابوں میں لکھے ہیں؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ:

"یہ تمام واقعات و معجزات صحیح ہیں جن کو تمام مؤرخین و محدثین نے ہمیشہ بیان کیا ہے۔ بڑے بڑے علمائے دین اور اکابر اسلام نے ان کی تصدیق فرمائی ہے اور ان کو پڑھا ہے اور مجلسوں میں سنا ہے۔ البتہ آج کل کے نیچریوں اور لامذہبوں کو ان کے ماننے میں تامل ہے کیونکہ انگریزی کی کتابوں میں مرقوم نہیں۔"

آپ نے ایک نہایت اہم اور ضروری بحث چھیڑ دی۔ جی چاہتا ہے کہ بلا تامل صفحے کے صفحے لکھ جاؤں، لیکن افسوس کہ وقت اور گنجائش سے مجبور ہوں۔ لہذا چند کلمات ضروریہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

فضیلت مجالس ذکر (صلی اللہ علیہ وسلم)

مولود کی مجالس کا عجیب حال ہے۔ مقصد مجلس کے لحاظ سے دیکھئے تو حقیر کے اعتقاد میں اس سے زیادہ اہم عظیم المنفعت اور قوم کے لئے ذریعۂ ارشاد و ہدایت اور کوئی اجتماع نہیں لیکن طریق انعقاد پہ نظر ڈالئے، تو اجتماعی اور مجلسی قوتوں کے ضائع کرنے کی بھی اس سے زیادہ اور کوئی افسوسناک مثال نہیں ملے گی۔ اسلام ایک تعلیم تھی اور اس تعلیم کا عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کہ:۔

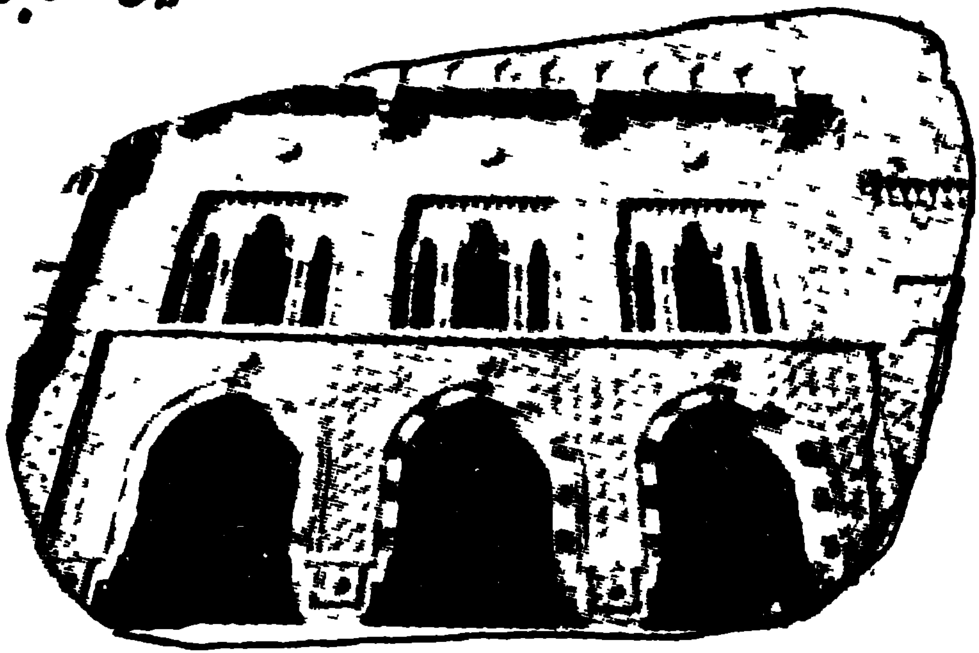
لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرًا۔ (۲۱ : ۲۲)

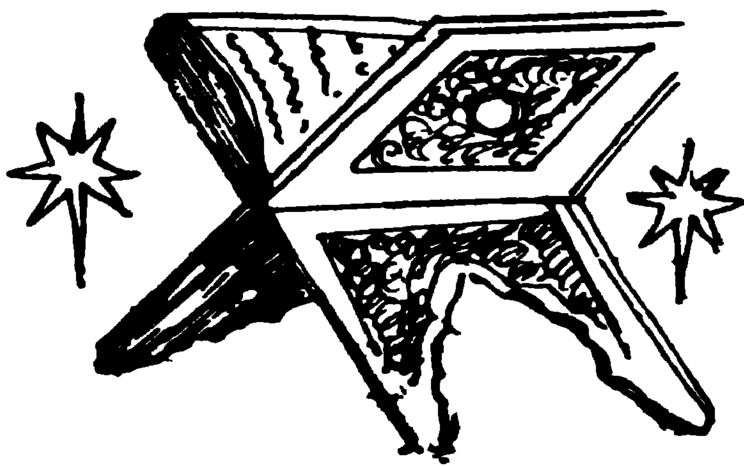
بے شک رسول اللہ کی زندگی میں ان لوگوں کے لیے پیروی اور اتباع کا ایک بہترین نمونہ ہے جو اللہ اور یوم آخرت سے ڈرنے اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے اور بکثرت ذکر کرنے والے ہیں۔

۵۔ ولادت کے بعد حضرتؐ کچھ دیر کے لئے غائب ہو گئے اور پھر کسی نے بہشتی کپڑوں میں لاکر رکھ دیا۔

۶۔ روشنیوں کا نمودار ہونا اور عجیب عجیب آوازوں کا سنائی دینا۔

احمد حسین خاں بی اے





جواب

آپ کا جوشِ دینی، محبت ایمانی و فکر اصلاح مجالس ذکر مولد مستحق تحسین ولائق تشکر ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

اے پیغمبر! مدعیان محبت الٰہی سے کہہ دو کہ اگر تم واقعی اللہ سے
محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو (اگر تم نے ایسا کیا تو تم کو اللہ
کی محبت کے دعوے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ) خود اللہ تم کو
اپنا محبوب بنائے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا۔
وہ نہایت مہربان بخشنے والا ہے۔

اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ ان مجالس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے
سعادت کونین کا ذریعہ اور کیا تھا؟ یہ تمام کانفرنسیں اور انجمنیں جن کا چاروں
طرف ہنگامہ بپا ہے ایک طرف، اور اس مجلس کا ایک لمحہ ایک طرف، جو اس
اسوۂ حسنہ کے نظارے میں بسر ہو۔ ہماری مجلسیں اسی ذکر کے لئے ہونی چاہئیں
اور ہماری آنکھیں اسی جمالِ جہاں آرا کے نظارے کے لئے۔

خدا سر دے تو سودا دے ترے زلفِ پریشاں کا

ولنعم ما قیل

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

لیکن بدبختی یہ ہے کہ ہمارے اعمال کی صورتیں مسخ نہیں ہوتی ہیں، مگر
حقیقت غارت ہو گئی ہے۔ قومی تنزل کے معنی یہی ہیں کہ تمام قومی و دینی
اشغال بظاہر قائم رہتے ہیں لیکن ان کی روح مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہے

حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ اس صاحب خلقِ عظیم کا اخلاق کیا تھا؟ فرمایا:۔

خلقہ القران۔ اگر آنحضرتؐ کا اخلاق دیکھنا ہے، تو قرآن دیکھ لو۔

کہ اس "کتاب مرقوم" کا وہ ایک ظلِ مجسم اور اس کے عملی نمونہ کی ایک "لوح محفوظ" ہے۔

وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ (۸۳:۲۶)

پس مولود کی مجلسوں کا اصلی مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ اس اسوۂ حسنہ کے جمال الہٰی کی تجلی گاہ ہوتیں، آنحضرتؐ کے صحیح حالات زندگی سنائے جاتے اُن کے اخلاق عظیمہ اور خصائل کریمہ کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دی جاتی اور ان اعمال کا دلوں میں شوق و ولولہ پیدا کیا جاتا، جو ایک مسلم و مومن زندگی کے کیریکٹر کا اصلی مایۂ خمیر ہیں اور جن کے اتباع نے صحابہ کرام کی زندگی کو اس درجہ تک پہنچا دیا تھا کہ لسان الہٰی نے "یحبہم و یحبونہ" کے صدائے محبت سے ان کی مدح سرائی کی اور اتباع محبوب نے ان کو خود محبوب بنا دیا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم۔ واللہ غفور الرحیم۔ (۳:۳۱)

سیر و وسعت نظر و عام، ان روایات کو خاموشی کے ساتھ سنتے ہیں، خود پڑھتے ہیں اور لوگوں سے پڑھواتے ہیں، مگر ایک لمحہ کے لیئے بھی اُن کے دل میں تحقیق و تفتیش کی جنبش پیدا نہیں ہوتی۔

ان ھذا من اعاجیب الزمن

کاش جس قدر بحث نفس انعقاد اور مجلس کے سنت و بدعت ہونے کی نسبت کی گئی ہے، وہ اس مجلس کی اصلاح حال کے لیئے کی جاتی۔ وہ تمام چیزیں جو قوم میں شوق و شغف کے ساتھ موجود ہوں، درحقیقت ایک قوت ہیں۔ پس سب سے اوّل کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اسٹیم کو ضائع کرنے کی جگہ اس سے مفید کام لیا جائے البتہ اگر اصل کار ہی جادۂ شریعت سے منحرف ہو اور صورت اصلاح مفقود، تو پھر اُس کے استیصال کی کوشش امر بالمعروف میں داخل اور ناگزیر ہے۔

غفلت و مداہنت علمار و تشدّد بے محل

ہزار تعجب ہے اس عالم صاحب تصنیف و تالیف کے دعوئ علم پر جس کے جواب کے بعض جملوں کو آپ نے نقل کیا ہے۔ درحقیقت یہی وہ مذہب کے نادان حامی ہیں جن کی دوستانہ حمایت ہمیشہ دشمنوں کی مخالفت سے زیادہ مذہب کے لیئے مضر رہی ہے۔ جن روایات کی نسبت آپ نے تحقیق چاہی

کہ ہماری مسجدیں اُجڑ گئی ہوں، کتنے جھاڑ فانوس ہیں جن سے مسجدیں بقعۂ نور بنائی جاتی ہیں؟ مگر رونا یہ ہے کہ دل اُجڑ گئے اور یہ وہ بستی ہے کہ جب یہ ویران ہو جائے تو پھر آبادی کہاں؎

مجھے یہ ڈر ہے کہ دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

فانہا لا تعمی الابصار، ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (۲۲:۴۶)

مجھے کیا کہنا تھا اور کیا کہنے لگا۔ بہرحال مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھا جس کی صورت تو قائم ہے مگر حقیقت مفقود۔ محض ایک رسمی تقریب ہے جو مثل اور رسمی بدعتوں کے ضروری سمجھ لی گئی ہے اور امراء و رؤساء نے تو اپنی نمائش اور ریائے دولت کا اس کو بھی ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔

آنحضرتؐ کے صحیح حالاتِ زندگی اور اُن انقلاباتِ عظیمہ کے بیان کی جگہ (جو آپ کی ولادت کے واقعہ نے مشرق و مغرب میں پیدا کر دیئے) کتنے افسوس کی بات ہے کہ محض چند روایاتِ ضعیفہ و قصص موضوعہ کے بیان کرنے پر اتنے بڑے ملی و دینی جذبے کو قربان کر دیا جاتا ہے! اور پھر اگر محض طبقۂ عوام کا یہ حال ہو تو قابلِ شکایت نہیں، لیکن تعجب اور صد ہزار تعجب ہے اس بوالعجبی پر، کہ صدہا علمائے ملت ہیں، جو باوجود ادعائے رسوخ حدیث و

نہ کیجئے ورنہ آپ کی قوت اور سعی دونوں رائیگاں جائیں گی۔

یہ اس ذکر کے چھیڑنے کا وقت نہیں، ورنہ بجائے خود ایک داستان طولانی ہے۔ اپنی مصیبتوں کا حال یہ ہے کہ چادر کا کوئی گوشہ وجہ سے خالی نہیں۔ کس کس چیز کو بیان کیجئے، کس کس کے حال پر رویئے، اور پھر اتنا وقت کہاں سے لائیے۔

آسودہ شبے باید وخوش مہتابے   تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

معیار تصدیق و تغلیط و اصول نقد روایت

لیکن ان روایات کی صحت و عدم صحت کی نسبت ضمناً جن خیالات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے، افسوس کہ نفیر اس سے متفق نہیں۔ وہ ایک نہایت خطرناک اصولی غلطی ہے جس میں زمانہ حال کے مدعیان تحقیق و اجتہاد اور رہروانِ جادۂ تطبیق عقل و نقل برسوں سے مبتلا ہیں۔ آپ نے بار بار اس سوال کو دہرایا ہے کہ "اگر یہ روایات صحیح ہیں تو کیا عقل میں آسکتی ہیں؟" جواباً گزارش ہے کہ روایات تو یقیناً "صحیح نہیں ہیں، لیکن یہ اصول بھی کب صحیح ہے کہ جو واقعہ آپ کی عقل میں نہ آسکے وہ یکسر غلط و موضوع ہو؟

آپ بلا تامل پوچھیے کہ یہ واقعات اصولِ فن روایت کی بنا پر کہاں تک صحیح اور قابل قبول ہیں؟ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اتنا پوچھ

تھی، اُن کا انکار نہ تو نیچریت ہے اور نہ الحاد، بلکہ عین شیوۂ اسلام و ایمان ہے۔ اور ہر صاحب نظر جس کو فنِ حدیث و سیر سے کچھ بھی خبر ہوگی، ایک لمحہ کے لئے بھی ان روایات کو تسلیم نہیں کرے گا۔

آپ اس سعی و کوشش کے لئے مستحقِ تحسین تھے۔ افسوس کہ اس نادان مدعی علم نے تشدد مذہبی کا بے جا استعمال کیا۔ حالانکہ جو محل استعمال ہیں اُن کی ہمارے علماء خبر بھی نہیں لیتے۔

بہت سے لوگ ہیں جو تشدد مذہبی اور تعصب دینی کو علمائے حال کی طرف منسوب کرتے ہیں اور پھر برسوں سے اس پر رو رہے ہیں۔ لیکن میں اسے صحیح نہیں سمجھتا۔ مجھ کو تو شکایت ہے کہ جس درجہ تشدد مذہبی علماء میں ہونا چاہئے، افسوس ہے کہ نہیں ہے۔ صدہا امور ایسے ہیں جن میں صاف طور پر ان کے بے جا تسامح و مداہنت کو دیکھ رہا ہوں اور حق و معروف کے اعلان سے دانستہ اعراض کیا جا رہا ہے۔ البتہ چند چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن میں تشدد کا اظہار ہوتا ہے، مگر چونکہ یہ اظہار بے محل ہوتا ہے اس لئے محض رائیگاں جاتا ہے بلکہ اکثر موقعوں میں اور مضر ہوتا ہے۔

ایک بہت بڑا نکتۂ عمل یہ ہے کہ ہر قوت کا استعمال اس کے صحیح محل میں ہو۔ آپ اسٹیم کو جس سے سمندروں میں جہاز، خشکیوں پر ریل اور کارخانوں میں مشینیں چلتی ہیں، ٹاٹ کی بوریوں میں بھر کر غبارہ بنانے کی کوشش

وتقولون بافواھکم مالیس لکم بہ علم، وتحسبونہ ھیناً وھو عند اللہ العظیم۔ (۱۵:۲۴)

حالانکہ اگر ان کو علوم دینیہ کے حصول کا موقع ملا ہوتا اور علم وفن پر نظر ہوتی، تو وہ دیکھتے کہ اسی مقصد کو اصولِ فن کے ساتھ چل کر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

کیا ضرورت ہے اس کی کہ ان روایات کی محض اس وجہ سے تغلیط کر دی جائے کہ وہ ہماری عقل میں نہیں آتیں، جب کہ ہم اصول مقررہ حدیث وآثار، وطرق جرح وتعدیل روایت، وتحقیق ونقد روایت وشہادت موثقہ اربابِ علم وفن کی بنا پر بغیر ادنیٰ دقت کے ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ روایات ہی پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور اصولِ فن سے لائق احتجاج نہیں اور اس طرح بغیر سررشتۂ اصول کو ہاتھ سے دیئے اسی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

معلوم نہیں آپ نے میری گزارش کو سمجھا بھی یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ بہت سی باتیں ہیں جن سے انکار کرنے میں ممکن ہے کہ آپ کے مصلحین حال اور ہم متفق ہوں، لیکن پھر ہم میں اور ان میں بُعد المشرقین ہے۔ وہ محض اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ ان کی عقل میں نہیں آتی اور ہم اس لئے انکار کرتے ہیں کہ اصول فن سے ان کا قابل تسلیم ہونا ثابت نہیں۔

لینا ہی آپ کے مقصد کے حصول کے لئے کافی ہے۔ لیکن یہ کہاں کا اصولِ تحقیق اور معیارِ تمیزِ حق و باطل ہے کہ واقعہ کی صحت کے لئے پہلی شرط آپ کے عقل کی تصدیق ہے ؟ آپ لوگ آج کل بے تکلّف یہ جملہ کہہ دیا کرتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ کیسی خطرناک سوفسطائیت کی راہ ہے جو اس طرح آپ کے سامنے کھُل جاتی ہے۔ ہر واقعہ کی صحت و عدم صحت کے لئے پہلی چیز اصول روایت اور صحتِ نقل کے شرائط کا اجتماع ہے اور بس، نہ کہ زید و عمر کی عقل میں آنا۔ مجھ کو یقین نہیں کہ مارکونی ٹیلیگرام کو آپ کی عقل تسلیم کرتی ہو اور غالباً آپ نے اب تک اس کا عینی مشاہدہ بھی نہ کیا ہوگا۔ لیکن اوّل مرتبہ جب اس ایجاد کی خبر یورپ کے کسی مستند پرچے میں دیکھی ہوگی اور تمام اخباروں میں اس کی شہرت کا غلغلہ مچا ہوگا، تو فرمایئے آپ نے اس کی تصدیق کی تھی یا انکار ؟

آپ کو معلوم نہیں کہ یہی وہ سرحد ہے جہاں سے (باوجود اتحادِ مقصد واصول) مجھے آج کل کے مصلحین مذہب سے الگ ہو جانا پڑتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ جس حدیث اور جس روایت کو اپنے خود ساختہ معیارِ عقلی سے ذرا بھی الگ پاتے ہیں، معاً اس سے انکار کر دینے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اس انکارِ محض کو "تطبیقِ منقول و معقول" کے مرعوب کُن لفظ سے تعبیر کرنے کے علانیہ تمسخر سے نہیں شرماتے۔

گو میں اپنے عقیدے میں اس اغماض کو بھی علما کی ایک سخت غلطی سمجھتا ہوں اور بیانِ وجوہ کا یہ موقع نہیں تاہم اگر وہ اپنے اغماض کی یہ توجیہ کریں تو آپ کیا جواب دیں گے؟

میں جو ہمیشہ (شیخ محمد عبدہٗ) اور اُن کے متبع طریقت (سید رشید رضا) کی تعریف کرتا ہوں تو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بہ نسبت ہندوستان کے مصلحین جدید کے اس نکتے کا زیادہ خیال رکھا ہے، حالانکہ ضرورت ان کے سامنے بھی وہی تھی، جو یہاں درپیش ہے۔

اب اپنے سوالات کا جواب ہیں۔ عقل و تفلسف کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں، سرے سے یہ تمام روائتیں ہی از قبیل قصص و حکایات موضوعہ ہیں، جن کا کتب معتبرۂ حدیث میں نام و نشان تک نہیں۔

طبقۂ محدثین و جماعتِ قصاص و وعاظ

اس تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں مگر چند الفاظ کہوں گا۔ یہ کیسی سخت بدبختی کی بات ہے کہ آج مسلمانوں میں جن چیزوں کی سب سے زیادہ شہرت اور عوام و خواص میں جو بیانات سب سے زیادہ مقبول ہیں، وہی سب سے زیادہ غیر معتبر اور ناقابلِ تسلیم بھی ہیں۔ یہ حال ہر علم و فن کا ہے تاریخ میں وہی کتابیں اور انہی کتابوں کی حکایات مشہور و مقبول ہیں جن کے بعد ہمارے

فانیّ الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون۔(۶:۸۲)

آپ کہیں گے کہ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔ میں کہوں گا کہ منزل تک پہنچنے ہی پر سفر کی کامیابی موقوف نہیں ہے، بلکہ بہت کچھ راہِ سفر کے تعین وانتخاب پر ــــــــ وشتّان ما بین خلّ وخمر۔

آپ کو نہیں معلوم، صدہا باتیں ہیں کہ آج کل کے مصلحین بھی کہتے ہیں اور انہی کو امام غزالی اور شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہما نے بھی کہا ہے مگر پھر دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایک سے الحاد پرورش پاتا ہے اور دوسرے سے مذہب کو تقویت ہوتی ہے، حالانکہ مقصود پہلی جماعت کا بھی تقویت مذہب ہی ہے۔ یہ فرق حالت بھی زیادہ تر اسی اختلاف طریق کا نتیجہ ہے۔ آپ لوگوں کو شکایت ہے کہ علماء آج کل کی چیزوں پر متوجہ نہیں ہوتے۔ یہ صحیح ہے، مگر اس کو بھی تو دیکھئے کہ آپ لوگوں نے ان کی نظروں کو متوجہ کرنے ہی کا کون سا سامان کیا ہے؟ لوگ دیکھتے ہیں کہ جس چیز کو آپ "تطبیق عقل ونقل" کہتے ہیں، وہ صرف ایک تیز وبرق خرام قینچی ہے، جس کو آپ نے اٹھایا اور بے تکان قطع وبرید شروع کردی۔ نہ علم وفن سے مس ہے، نہ اصول وقواعد کی خبر ہے، نہ کتابوں پر نظر ہے اور نہ اُس زبان سے واقفیت ہے جس سے قرآن وحدیث کو الگ نہیں کیا جاسکتا، پھر وہ آپ کی وقعت کریں تو کیا کریں؟

لئے اپنی مجالس کو کتب سیر و قصص کی صورت میں مدوّن بھی کر دیا۔

ضلوا فاضلوا فویل لہم ولا تباعہم

مثلاً ملا حسین واعظ کاشفی اور ملا معین الدین ہروی انہی لوگوں میں سے تھے۔ علی الخصوص آخرالذکر شخص، جو فی الحقیقت انشاء پردازی، حکایت طرازی و اقتباس روایات ضعیفہ و موضوعہ و تاویلات رکیکہ قرآن و سنت بحولہ در مورخ اسرائیلیات و روایات یہود میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔

شاید بہت سے لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ آج اردو زبان میں جس قدر مولود لکھے گئے ہیں اور رائج ہیں وہ سب کے سب بے واسطہ یا بالواسطہ انہی ملا معین الدین ہروی کی کتابوں معارج النبوۃ، تفسیر سورۂ یوسف موسوم بہ نقرۂ کار، قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام موسوم بہ اعجاز موسوی وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان کتابوں میں بعض حصے نہایت دلچسپ اور قابل دید ہیں۔ مثلاً صوفیانہ و عارفانہ لطائف و نکات آیات و احادیث، جو اقوال و مرویات صوفیا سے لئے گئے ہیں، یا خود انہوں نے پیدا کئے ہیں، لیکن تاہم ان لطائف کو کیا کیجئے کہ اصل موضوع ہی سر تا سر مجموعۂ خرافات ہے۔

یہ لوگ ان سے اکثر چیزوں کے خود موجد نہ تھے بلکہ اپنی جماعت کے پیش رو افراد کے تبع، لیکن فارسی میں لکھ کر اور کتب مجالس و وعظ کو شائع

یہاں خرافات واکاذیب کا کوئی درجہ نہیں۔ سیر و فضائل میں بھی انہی کتابوں کو قبول عام حاصل ہے، جن کے مصنف محدثین کی بجگہ قصاص و واعظین تھے۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ قدماء کی کتابوں پر نظر نہیں اور ہر علم و فن میں تمام دار و مدار متاخرین پر ہے۔ یہ لوگ محض حاطب اللیل تھے، اور چند کتابوں سے رطب و یابس روایات کو کسی ترتیب تازہ کے ساتھ جمع کر دینا ہی ان کی قوتِ تصنیف کا سدرۃ المنتہیٰ تھا۔

میں نے دو مرتبہ قصاص و واعظین کا لفظ کہا۔ یعنی مذہبی قصص و حکایات سے گرمیٔ محفل کا کام لینے والے واعظ۔ فی الحقیقت یہ طبقہ ہمارے یہاں ابتدا سے سرچشمۂ موضوعات و مبداء جمیع اقسام افترا و مکذوبات و ینبوع خرافات و حکایات رہا ہے۔ یہ لوگ اپنے وعظ و بیانات کو انظار عوام میں دل فریب و پرکشش بنانے کے لیئے مجبور تھے کہ قصص و حکایات کی تلاش و جستجو میں رہیں اور اگر میسر نہ آئیں تو خود وضع کریں۔

یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ (۲: ۷۹)

پھر یہ لوگ اسی طرح کی تمام روایتوں کو شاعرانہ اغراق و تغلیب اور داستان طرازانہ اضافہ و تحشیہ کے ساتھ اپنی مجلسوں میں بیان کرتے تھے، اور رفتہ رفتہ مرض متعدی ہو جاتا تھا۔ علی الخصوص متاخرین ایران میں بعض لوگوں نے وعظ گوئی کو ایک مستقل فن بنا دیا اور چونکہ قابل اور اہل قلم بھی تھے اس

کی ہیں، لیکن وہ تمام تر ابن عساکر کی ہیں جن کی نسبت علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ
"وفیہا احادیث کثیرۃ ضعیفۃ موضوعۃ وھیۃ"
اور پھر ان سب کے راوی اوّل حضرت ابن عباس ہیں اور اس لئے تمام روایات ولادت کی طرح یہ روایت بھی منقطع ہے، پس قابل احتجاج نہیں۔ (ان روایات کے لئے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳۲ دیکھئے)

کنز العمال کے باب قسم الافعال میں دلائل واعمال نبوت کے عنوان کے نیچے دو تین طول طویل روائتیں ابن عساکر وغیرہ سے لے کر درج کی ہیں، جن میں نہایت بے سروپا قصے بیان کئے ہیں اور یقیناً یکسر موضوع ہیں۔ تاہم ان میں بھی ان واقعاتِ ولادت کا کہیں پتہ نہیں۔

روایات ثلاثہ حافظ ابونعیم اصفہانی

پس دراصل ان قصص کا سرچشمۂ وحید اور مبداءِ اوّل وہ تین طول طویل حدیثیں ہیں جن کو ابونعیم صاحبِ دلائل نے عمرو بن قتیبہ، ابن عباس اور خود حضرت عباس رضؓ کی نسبت سے روایت کیا ہے۔ اور یہی روایات ہیں جن کا آگے چل کر قصاص و مجلس آرا واعظوں نے اپنی گرمی مجلس کے لئے استقبال کیا اور پھر تمام قصص و حکایات اور کتب سیر متاخرین میں داخل ہوگئیں۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے "خصائص کبریٰ" کی پہلی جلد میں ان مینوں

کر کے ان لوگوں نے تمام موضوعات وخرافات کو ایران و ہند میں پھیلا دیا۔ اور چونکہ عوام بالطبع اس غذا کے خواہاں ہیں، بغیر کسی وقت کے ان کو قبول عام حاصل بھی ہو گیا۔ والقصة بطولها۔

قصص کتبِ مولد کا سرچشمۂ اوّل

آپ نے جن روایات کی نسبت استفسار کیا ہے (آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ) ان میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو اصولِ فنِ حدیث کی بنا پر صحیح تسلیم کیا جا سکے اور جس کو سن کر کتب معتبرہ محدثین میں روایت کیا گیا ہو، صحاح ان قصص سے خالی ہے، عام مسانید و معاجم اور مصنفات مشہورہ میں بھی کوئی لائق احتجاج ثبوت نہیں ملتا۔ حافظ سیوطی نے جمع الجوامع میں جمع احادیث کا پورا التزام کیا ہے لیکن یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان روایات کا اس میں کہیں پتہ نہیں۔ کنز العمال میں متعدد ابواب تھے، جہاں یہ روایات آسکتی تھیں۔ مثلاً معجزات من قسم الاقوال کے باب اعلام و دلائل نبوت میں، لیکن ایک اثر بھی وہاں درج نہیں کیا گیا۔ قسم الافعال میں ولادت کا مستقل باب موجود ہے، مگر وہ نہایت مختصر ہے اور صرف چند آثار، تاریخ و ایام ولادت کے متعلق پائے جاتے ہیں لیکن ان واقعات کا کہیں ذکر نہیں۔ معجزات ولادت میں صرف دو چار روائتیں آنحضرت ؐ کے مختون پیدا ہونے کی نسبت البتہ درج

فلما ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتلأت الدنیا کلها نورًا وتباشرت الملائکۃ وضرب فی کل سماء عمود من زبرجد وعمود من یاقوت قد استنار بہ فھی معروفۃ فی السماء ونکست الاصنام کلھا واما اللات والعزیٰ فانھما حرجا من خزانتھا وھما یقولان "ویح قریش جاء ھم الامین جاء ھم الصدیق"۔

ابونعیم نے عمر بن قتیبہ سے روایت کیا۔ میں نے اپنے باپ سے سُنا۔ وہ بہت بڑے عالم تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب آمنہ کے ہاں ولادت کا سلسلہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ آسمان اور بہشت کے تمام دروازے کھول دو اور فرشتوں سے فرمایا کہ تم بھی وہاں پہنچو۔ فرشتے نازل ہوتے تھے اور ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے تھے۔ پہاڑ زیادہ اونچے ہو گئے، سمندروں کا پانی بھی بلند ہو گیا۔ کوئی فرشتہ ایسا نہ تھا، جو وہاں نہ پہنچا ہو۔ شیطان کے ستر طوق ڈالے گئے اور بحرِ اخضر میں منہ کے بل ڈال دیا گیا۔ باقی سرکش شیطانوں کو بھی طوق ڈالے گئے۔ سورج کو بہت بڑا نور عنایت ہوا ستر ہزار حوریں ہوا میں کھڑی کی گئیں جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روایتوں کو نقل کیا ہے۔ ان میں سے ہر روایت ایک ایک صفحہ کی ہے، پوری نقل نہیں کر سکتے، ضروری ٹکڑے حسب ذیل ہیں۔

قتیبہ کی روایت

واخرج ابونعیم عن عمرو بن قتیبہ، قال سمعت ابی وکان من اوعیۃ العلم قال لما حضرت ولادۃ امنۃ قال اللہ للملائکۃ افتحوا ابواب السماء کلھا وابواب الجنان کلھا وامر اللہ الملائکۃ بالحضور، فنزلت تبشر بعضھا بعضًا وتطاولت جبال الدنیا وارتفعت البحار وتباشر اھلھا فلم یبق ملک الا حضر واخذ الشیطان فغل سبعین غلًا، والقی منکوسًا فی لجۃ البحر الخضراء وغلت الشیاطین واسودۃ والبست الشمس یومئذ نورًا عظیمًا، واقیم علی راسھا سبعون الف حوراء فی الھواء ینتظرون ولادۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وکان قد اذن اللہ تلک السنۃ لنساء الدنیا ان یحملن ذکورًا کرامۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم و ان لا تبقی شجرۃ الا حملت ولا خوف الا عاد امنًا۔

لا ينطق يومه ذلك ومرت وحش المشرق الى
وحش المغرب بالبشارات وفتح الله لمولده ابواب
السماء وجنانه فكانت امنة تحدث عن نفسها
وتقول اتاني ات حين مر بي من حمله ستة
اشهر فركزني برجله في المنام وقال لي يا امنة
انك قد حملت بخير العالمين طراً فاذا ولد تيه
فسميه "محمداً" فكانت تحدث عن انفاسها وتقول
"لقد اخذني ما ياخذ النساء ولم يعلم بي احد من
القوم فسمعت وجبة شديدة وامرا عظيما، فهالني
ذلك، فرايت كان جناح طير ابيض قد مسح على
فؤادي فذهب عني كل رعب وكل وجع كنت اجد
ثم التفت فاذا انا بشربة بيضاء لبنا وكنت عطشى
فتناولتها شربتها فاضاء مني نور عال - ثم رايت نسوة
كالنخل الطوال كانهن من بنات عبد مناف يحدقن
بي، فبينا انا اعجب واذا بديباج ابيض قد مد بين
السماء والارض، واذا بقائل يقول خذوا ممن عين
الناس - قالت ورائيت رجالاً وقفوا في الهواء بايديهم

کی ولادت کی منتظر تھیں۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کے لئے تمام عورتوں کو بیٹے عنایت کئے جتنے درخت تھے سب ہی پھل لائے۔ جہاں بھی کسی قسم کا خوف تھا وہاں امن ہو گیا۔ حضرت کے پیدا ہوتے ہی دنیا نور سے بھر گئی فرشتوں نے باہم خوش خبری دی۔ ہر آسمان پر زبرجد اور یاقوت کے ستون کھڑے کئے گئے۔ آسمان منور ہو گیا۔ بتوں نے سر ڈال دیئے۔ لات اور عزیٰ اپنی جگہوں سے یہ کہتے بھاگ گئے کہ قریش کی کم بختی، امین اور صدیق تشریف لے آئے ہیں۔

ابن عباسؓ کی روایت

واخرج ابونعیم عن ابن عباس قال۔ کان من دلالات حمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کل دابۃ کانت لقریش نطقت تلک اللیلۃ۔ ولم تبق کاھنۃ فی قریش ولا فی قبیلۃ من قبائل العرب، الا حجبت عن صاحبتھا، وانتزع علم الکھنۃ منھا، ولم یبق سریر ملک من ملوک الدنیا الا اصبح منکوسا والملک مخرسا

ابریق من فضۃ وفی ید الثانی طست من زمرد اخضر وفی ید الثالث حریرۃ بیضاء فنشرھا فاخرج منھا خاتما تحار ابصار الناظرین دونہ فغسلہ من ذالک الابریق سبع مرات ثم ختم بین کتفیہ بالخاتم ولفہ فی الحریرۃ ثم حملہ فادخلہ بین اجنحتہ ساعتہ ثم ردہ الیّ۔"

ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدہ کے پیٹ میں آنے کی نشانی یہ تھی کہ اس رات قریش کے پاس جو جانور بھی تھا وہ بولنے لگا۔ قریش اور دیگر قبائل عرب کی تمام کاہن عورتیں ناپید ہو گئیں۔ علم کہانت ان سے چھین لیا گیا۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اوندھے پڑ گئے اور تمام بادشاہ تمام دن بھر گنگ ہو گئے اور مشرق سے مغرب تک وحشی جانور بھی ایک دوسرے کو خوش خبریاں دیتے تھے۔ حضرت کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ نے آسمان اور بہشت کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت آمنہ کا بیان ہے کہ جب میرے حمل پر چھ مہینے گزر گئے تو خواب میں کسی نے مجھے ہلایا اور کہا اے آمنہ! تیرے پیٹ میں تمام

اباريق فضة، ورايت قطعة من الطير قد اقبلت
حتى غطت حجرى مناقيرها من الزمرد واجنحتها
من اليواقيت فكشف الله عن بصرى وابصرت
تلك الساعة مشارق الارض ومغاربها ثم رايت
سحابة بيضاء قد اقبلت من السماء حتى غشيته
فغيب عن وجهى وسمعت مناديا ينادى طوفوا بمحمد
شرق الارض وغربها وادخلوه البحار ليعرفوه باسمه
ونعته وصورته - ثم تجلت عنه فى اسرع وقت
فاذا انا به مدرج فى ثوب صوف ابيض وتحته حريرة
خضراء، وقد قبض على ثلاثة مفاتيح من اللؤلؤ الرطب
واذا قائل يقول " قبض محمد على مفاتيح النصرة ومفاتيح
الربح ومفاتيح النبوة " ثم اقبلت سحابة اخرى
يسمع منها صهيل الخيل وخفقان الاجنحة
حتى غشيته فغيب عن عينى، فسمعت مناديا
ينادى " طوفوا بمحمد الشرق والغرب وعلى مواليد
النبيين واعرضوه على كل روحانى من الجن والانس و
الطير والسباع واذا انا بثلاثة نفر فى يد احدهم

کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور اس کو سمندروں کے پاس لے جاؤ تاکہ سبھی آپ کا نام اور نعت اور شکل و صورت دیکھ لیں۔ پھر دیکھتی ہوں کہ ایک سفید سوف کا کپڑا ہے جس کے نیچے سبز ریشم ہے اور تین موتیوں کی چابیاں ہیں۔ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح و نصرت ہوا اور نبوت کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ پھر ایک اور بادل آیا جس سے گھوڑوں کی آوازیں اور پروں کی حرکت معلوم ہوتی تھی اور ایک کہنے والا کہہ رہا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق و مغرب اور تمام انبیاء کے جائے پیدائش کی سیر کراؤ اور آپ کو ہر جن، انسان، پرندوں اور درندوں سے بچاؤ۔ وہیں میں نے تین شخص دیکھے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا تھال اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم تھا۔ اس نے ایک انگوٹھی نکالی جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے آپ کو اس آفتابے سے سات مرتبہ غسل دیا اور آپ کے کندھے کے درمیان وہ انگوٹھی رکھ دی۔ ریشم میں لپیٹ لیا اور میری طرف پھیر دیا۔

جہانوں میں بہترین شخص ہے۔ پیدا ہونے کے وقت ان کا نام محمد
رکھنا۔ فرماتی ہیں کہ مجھ پر بھی وہ کیفیت طاری ہوئی جو عورتوں پر
ہوتی ہے اور میں خوف زدہ ہو گئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید
رنگ کا پرندہ ہے اس نے اپنا پر میرے دل پر رکھا، تو مجھ
سے تمام خوف اور درد دُور ہو گیا۔ پھر دیکھتی ہوں کہ سفید دودھ
موجود ہے۔ میں پیاسی تھی میں نے پیا۔ میرے اندر سے ایک نور
اٹھا، پھر میں نے بڑی بڑی قدآور عورتیں دیکھیں گویا کہ وہ عبدمناف
کی اولاد ہیں۔ انہوں نے ہر طرف سے مجھ پر حلقہ کر لیا۔ اس عجیب
حالت میں دیکھتی ہوں کہ آسمان اور زمین کے درمیان سفید ریشم
تن گیا ہے اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ایک نامی گرامی آدمی کو
اپنے ہاتھوں میں لے لو۔ پھر دیکھتی ہوں کہ کچھ آدمی ہوا میں معلق
ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں۔ میں نے پرندوں
کا ایک جھنڈ دیکھا ان کے چونچوں نے میری گود کو چھپا لیا،
وہ کچھ گانے لگے۔ اُن کے پَر یاقوت کے تھے۔ پھر اللہ نے
پردہ اٹھا دیا اور اسی وقت میں نے زمین کے مشرق و مغرب
دیکھ لیے۔ پھر میں نے ایک سفید ابر دیکھا جو تمام آسمان پر
چھا گیا اور ایک پکارنے والا کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

صرۃ من حریر اخضر ففتحہا فاذا فیہا شئ کالذریرۃ البیضاء فحشاہ ، ثم اخرج صرۃ من حریر ابیض ففتحہا فاذا فیہا خاتم فضرب علی کتفہ کالبیضۃ والبسہ قمیصًا "فہذا ما رایت۔

ابو نعیم نے ضعیف سند سے حضرت عباس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ جب چھوٹے بھائی عبداللہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ــــــ جب حضرت آمنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا میں نے اُن سے کہا کہ سارا واقعہ بیان کرو۔ فرمانے لگیں کہ جب مجھ پر ولادت کی بیماری طاری ہوئی اور سخت تکلیف ہوئی تو ایسی آواز سُنی جو آدمیوں کا کلام نہیں تھا۔ میں نے ایک یاقوت کی چھڑی پر ریشم کا پھریرا دیکھا ، جو آسمان سے زمین تک تھا ، میں نے اپنے پاس ہی پرندوں کا ایک رنڈ پایا جنہوں نے سجدہ کیا اور پر پھیلا دیئے اور "تابع سیرہ اسدیہ" کو دیکھا ، وہ گزرتی جاتی تھی اور کہتی تھی کہ اس بچے کی وجہ سے بتوں اور کاہنوں کو صدمہ پہنچا ہے۔ پھر میں نے ایک جوان قدآور کو دیکھا کہ اُس نے بچے کو مجھ سے لے لیا۔ آپ کے منہ میں کچھ ڈالا اس کے پاس سونے کی طشتری تھی ، اس نے بچے کا سینہ چاک کیا اور

حضرت عباسؓ کی روایت

واخرج ابونعیم بسند ضعیف عن العباس قال لما
ولد اخی عبد اللّٰہ وھو اصغرنا ــــــ فلما ولدت
امنہ قلت لھا ما الذی رایت فی ولادتک؟ قالت لما
جاءنی الطلق واشتد بی الامر سمعت جلبۃ وکلاماً
لا یشبہ کلام الادمیین ورایت علماً من سندس
علی قضیب من یاقوت قد ضرب ما بین السماء والارض
ــــــ ورایت نوراً یسطع من راسہ قد سجدت لہ
ونشرت اجنحتھا ورایت تابعۃ سعیرۃ الاسدیۃ
قد عرف وھی تقول ماتلقی الاصنام والکھان من
ولدک ھذا ھلکت سعیرۃ والویل للاصنام ورایت
شابا من اتم الناس طولاً واشدھم بیاضاً، فاخذ
المولود منی، فتفل فی فیہ، ومعہ طاس من ذھب
فشق بطنہ شقا، ثم اخرج قلبہ فشقہ شقاً،
فاخرج منہ نکتۃ سوداء فرمی بھا، ثم اخرج

تحقیق کریں گے۔ یہاں تک کہ علامہ ابن تیمیہ کو ابوالشیخ اصفہانی کے ذکر میں لکھنا پڑا :۔

وفیها احادیث کثیرۃ قویۃ صحیحۃ وحسنۃ واحادیث کثیرۃ ضعیفۃ وموضوعۃ ـــــــ وکذلک ما یرویہ ابو نعیم فی فضائل الخلفاء فی کتاب مفرد فی اوّل حلیۃ الاولیاء (کتاب التوسل)

اور اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جو قوی و حسن ہیں اور بہت سی ضعیف و موضوع ہیں ـــــــ یہی حال ان احادیث کا ہے جو ابو نعیم نے خلفا کے فضائل میں بصورت ایک مستقل کتاب کے روایت کی ہیں حلیۃ الاولیاء کے ابتدا میں۔

علامہ ابن تیمیہ کی شہادت پر شاید بعض پرستاران سبکی و ابن حجر مکی چیں بجبیں ہوں، مگر یہ واضح رہے کہ علامہ موصوف کے رسوخ حدیث، و حفظ وضبط، و اتقان فن کا وہ ارفع و اعلیٰ مقام ہے جس سے ان کے سخت سے

لہ اس رائے کو علامہ ابن تیمیہ نے کتاب التوسل میں لکھا ہے لیکن یہ کتاب اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے۔ مولانا شبلی نے دیباچہ سیرۃ النبی مطبوعہ الہلال میں اس عبارت کو نقل کیا ہے اور صفحہ ۹۹ کا حوالہ دیا ہے۔

دل کو باہر نکالا۔ اس نے سیاہ نکتہ الگ کر لیا اور پھینک دیا
پھر سبز ریشم کی تھیلی کو کھولا۔ اس میں کوئی سفید پھول تھے
اس سے بچے کے پیٹ کو بھر دیا۔ پھر تھیلی میں سے انگوٹھی
نکالی اور بچے کے کندھے پر رکھ دی اور اس کو کرتہ پہنا دیا۔
یہ تھا جو میں نے دیکھا۔

ہم نے ان تینوں روایتوں کا بہت سا حصہ چھوڑ دیا کیونکہ اس سے مضمون بہت بڑھ جاتا اور "الہلال" میں صفحات محدود۔ ان روایات میں وہ تمام واقعات وقت ولادت جو عام طور پر مولود کی کتابوں میں بیان کئے جاتے ہیں، موجود ہیں اور جن کی نسبت آپ نے سوالات کئے ہیں۔ نیز اور بھی بہت سے عجائب و خوارق بیان کئے گئے ہیں۔

لیکن یہ تینوں روائتیں قطعاً بے اصل ہیں، بوجوہ ذیل:-

۱۔ حافظ ابونعیم پانچویں صدی کے حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ ذہبی نے ان کو تیرہویں طبقہ کے ذیل میں شمار کیا ہے اور تذکرہ میں مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ ان کی جلالت مرتبت سے انکار نہیں، لیکن کیا کیجئے کہ یہ اُن لوگوں میں ہیں جن کی نسبت مسلم ہے کہ فضائل و معجزات میں رطب و یابس اور ضعیف و موضوع ہر طرح کی حدیثیں درج کر دیا کرتے تھے۔ یا تو یہ حسن اعتقاد کی وجہ سے تھا یا پھر اعتماداً علی الناس کہ لوگ خود درجہ صحت و ضعف کو

نہایت ہوشیاری سے ادا کرتے تھے۔

حافظ ابونعیم کے اس تساہل، موضوعات پر سکوت اور نقل وجمیع روایات میں بے احتیاطی کی شکایت صرف علامہ موصوف ہی کو نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ثبوت واضح اس کے لئے موجود ہے۔ یہی حافظ ذہبی جنہوں نے تذکرہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے "میزان" میں حافظ ابونعیم اور ان کے معاصر ابن مندہ کے باہمی طعن وقدح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لا اقبل قول منهما في الآخر، وهما عندي مقبولان لا اعلم ذنبا اكبر من روايتهما الموضوعات ساكتين عليها

میں ان دونوں میں سے کسی کے طعن کو دوسرے کے حق میں قبول نہیں کرتا۔ میرے نزدیک دونوں مقبول ہیں۔ مجھے ان دونوں کا گناہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں معلوم کہ وہ جھوٹی حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان کی نسبت سکوت اختیار کرتے ہیں۔

حافظ ذہبی کے نزدیک یہ غلطت ان کی مقبولیت میں خلل انداز نہ ہوا لیکن افسوس کہ اسی خطرناک قبولیت نے ان موضوعات وحکایات کو قوم میں پھیلا دیا جن کی وجہ سے آج اسلام کو شر مندہ اغیار اور ہدف طعنہ مخالفین احباب بننا پڑتا ہے۔

اب ان روایات پر نظر ڈالیے۔ میں اس وقت اس بحث کو چھیڑنا

سخت مخالف کو بھی کبھی انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ حدیث "کنت نبیاً و
آدم بین الماء والطین" کو (ان الفاظ کے ساتھ) علاّمہ موصوف نے موضوع
لکھا تھا۔ حافظ ابوالخیر سخاوی ایک فتوے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے
ہیں "اس بارے میں ابن تیمیہ کے علم واسع اور حفظ حدیث پر اعتماد کر
لینا اعتماد کے لئے کافی ہے جس کا موافق اور مخالف دونوں کو اقرار ہے"۔
سخاوی کا یہ قول" زرقانی نے مواہب کی شرح میں نقل کیا ہے[1]۔
سب سے زیادہ یہ کہ حافظ ذہبی کا قول اس موقع پر یاد کر لینا
چاہئے جو کہتے ہیں کہ:۔

مارایت اشد استحضاراً للمتون وعزوها منه، وکانت
السنة بین عینیه ولسانه بعبارة رشیقة وعین
مفتوحة !!

حدیث کے متن اور اس کی سند، جیسی ان کو یاد تھیں، میں نے اور
کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ کے پیش نظر اور آپ کی زبان پر لفظ سنت
موجود رہتا تھا اور بہت اچھی طرح اسے بیان کرتے تھے اور

---

[1] زرقانی کا یہ مقام میں نے دیکھا ہے اور یاد ہے لیکن اس وقت تلاش
کرنا چاہا تو نہ نکال سکا۔

سے زیادہ چھوٹا ہے۔

صرف یہی جملۂ معترضہ اس روایت کے موضوع ہونے کے لئے ایک محکم اندرونی شہادت ہے، کیونکہ بالاتفاق یہ مسلّم ہے کہ حضرت عبداللہؓ حضرت عباسؓ سے بڑے تھے نہ کہ چھوٹے۔

حافظ ابن عبدالبر "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" میں لکھتے ہیں:-

عباس بن عبدالمطلب عم رسول اللہ یکنی بالفضل بابنہ الفضل، وکان العباس اسن من رسول اللہ بسنتین و قیل بثلاث سنین (کتاب مذکور جلد ۲ صفحہ ۴۹۷)

عباس بن عبدالمطلب آنحضرتؐ کے چچا، اپنے لڑکے فضل کی نسبت سے ابوالفضل کنیت رکھتے تھے۔ ان کی عمر آنحضرتؐ سے صرف دو برس زائد تھی اور بعض نے کہا ہے کہ تین برس۔

جب خود حضرت عباسؓ کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دو تین برس زیادہ تھی، تو آپؐ کے والد سے کیونکر بڑے ہو سکتے ہیں؟

معلوم ہوتا ہے کہ جس نادان نے یہ قصہ گھڑ کر حضرت عباسؓ کی طرف منسوب کیا ہے یا تو اس غریب کو اس کی خبر نہ تھی یا جانتا تھا اور روایت کو معتبر بنانے کے لئے قصداً یہ ٹکڑا داخل کر دیا تاکہ ضمناً ایک

نہیں چاہتا کہ درایۃً ان کے مطالب کس درجہ قابل اعتراض و انکار ہیں؛ کیونکہ کہہ چکا ہوں کہ پہلی چیز نفس روایت کی صحت و عدم صحت ہے۔

ان روایات میں پہلی روایت عمرو بن قتیبہ سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا" وکان من اوعیۃ العلم"۔ اُنہوں نے اپنے والد کی فضیلت علمی تو بیان کر دی لیکن کچھ نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ واقعہ کیوں کر معلوم کیا اور کس اعتماد پر بیان کر رہے ہیں؛ ذکر ولادت کی اکثر روائتیں منقطع ہیں (یعنی واقعہ تک راوی کا سلسلہ نہیں پہنچتا) لیکن یہ روایت منقطع روایات میں بھی بدترین منقطع ہے۔

دوسری روایت کے راوی اوّل حضرت ابن عباس ہیں۔ لیکن ابن عباس واقعہ ولادت نبوی کے پچاس برس بعد پیدا ہوئے ہیں۔ نہیں معلوم انہوں نے کس سے سُنا اور پھر باقی روایت کا پتہ نہیں۔

تیسری روایت میں خود تصریح کر دی ہے کہ بہ سند ضعیفہ ــــ لیکن راوی کے اس انکسار طبع پر ہم قانع نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ سرے سے موضوع ہے۔ روایت خود حضرت عباسؓ سے ہے جو بطور جملۂ معترضہ کے آغاز حدیث میں کہتے ہیں۔

ولد اخی عبد اللہ وھو اصغرنا۔ میرا بھائی عبداللہ پیدا ہوا اور وہ ہم تمام بھائیوں میں سب

ارباب نظر سے مخفی نہیں لیکن ان روایات کی لغویت کا یہ حال تھا کہ وہ بھی
باایں ہمہ تساہل چپ نہ رہ سکے اور بے اختیار ہو کر انکار شدید کے ساتھ
اس کی معذرت کرنی پڑی کہ محض حافظ ابو نعیم کے اتباع کے خیال سے
درج کر دیتا ہوں ۔

وہ لکھتے ہیں کہ میرا جی نہیں چاہتا تھا کہ ان روایتوں کو درج کروں
غور کیجئے کہ جن روایتوں کے درج کرنے سے حافظ سیوطی کی طبیعت بھی
اعراض کرے وہ کس درجہ واہی و مزخرف ہوں گی ؟

آج کل مناقب و فضائل اور واقعات و سیر میں مدعیان فن کی انتہائی
سرحد حافظ سیوطی وا فراد ہیں ۔ لیکن یہ کیسا دلچسپ اقرار خود حافظ موصوف
کا ہے کہ میں ہر طرح واہی و منکر روایتیں لوگوں کے اتباع کے خیال سے
درج کر دیتا ہوں ۔

فتاملو و تفکروا ولا تغتروا باصحاب العمائم العجوا اذا
تردوها واجازدوها، ان هم اصحاب اوهام و شقاشق
یتقربون بها من العوام ۔

دوسرا مغالطہ دے کر روایت کو انقطاع سے محفوظ ثابت کردے۔

فکفی بذالك كذبه وبهتانه على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعمه ومن كذب عليه متعمداً فليتبوأ مقعده من النار۔

۴۔ ایک سب سے بڑی دلیل واضح ان روایات واہیہ کے ناقابل اعتبار ہونے کی یہ ہے کہ خود حافظ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ان روایات

بایرادها رفتاملہ لکنی تبعت الحافظ ابانعیم فی ذلك : (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۹)

یہ روایت اور اس کے قبل کی جو دو روایتیں ہیں تو ان سب میں نہایت سخت وشدید انکار وقباحت ہے اور باوجود ان کے اشد شدید انکار کے میں نے اس کتاب میں جو درج کیا تو میرا دل اس امر کو پسند نہیں کرتا تھا، مگر میں نے محض حافظ ابونعیم کی پیروی کے خیال سے ایسا کر دیا۔

حافظ سیوطی ہر طرح کے رطب ویابس روایتوں کے جمع کرنے بلکہ ان سے استدلال کر دینے میں جس درجہ بے احتیاط اور تساہل پیشہ ہیں، وہ

لے دلائل النبوۃ دائرۃ المعارف حیدرآباد میں چھپ گئی ہے۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱)

نامی ایک کاہن کو بھیجا۔ لیکن اُس نے اپنے سے زیادہ عالم سطیح کاہن شام کو تبلایا، اور نوشیرواں کے سوالات لے کر وہ اس کے پاس گیا۔ سطیح مرض الموت میں گرفتار تھا۔ عبدالمسیح نے کہانت آمیز اشعار پڑھے، اور جب اس نے سر اٹھایا تو کہا۔

تهوی الی سطیح، وقد اوفی علی الضریح بعثک ملک

بنی ساسان، لارتجاس الایوان. وخمود النیران

ورؤیا الموبذان، رای ابلا صعابا، تقود خیلا عرابا

وغیرہ وغیرہ۔

لیکن سطیح مرگیا اور جواب کی مہلت نہ پائی۔"

لیکن یہ روایت بھی قطعاً ناقابل اعتنا ہے۔ اس کا راوی اوّل مخزوم ابن ہانی ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ خود حافظ سیوطی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

قال ابن عساکر، حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث ابن مخزوم عن ابیہ، تفرد بہ ابوایوب البجلی۔ (جلد اول صفحہ ۱۵)

لہ پوری روایت کے لئے دلائل النبوۃ جلد اوّل صفحہ ۴۱ اور خصائص جلد اوّل صفحہ ۴۹ دیکھئے۔

کسرِ ایوانِ کسریٰ وغیرہ

آپ کے اکثر سوالات کا جواب ان روایات کی بحث میں آگیا نیز بعض غیر مسئول عنہ امور کا بھی۔ لیکن ابھی ایک چوتھی روایت باقی ہے جس میں آتش کدۂ ایران کے بجھ جانے، قصر نوشیرواں کے کنگوروں کے گرنے، کاہنوں کے پُراسرار و عجائب اظہارات اور ایک خطبۂ کہانت کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ روایت بھی پورے دو صفحہ کی ہے۔ سیوطی نے "خصائص" میں اور حافظ ابو نعیم نے "دلائل" میں اس کو درج کیا ہے۔ اگر نقل کروں تو پورے دو کالم مطلوب ہوں۔ خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ "آنحضرتؐ کی ولادت کی رات کسریٰ کے ایوانوں میں زلزلہ محسوس ہوا۔ اس کے چودہ کنگورے گر گئے ایران کی وہ آگ جو ہزار سال سے نہیں بجھی تھی، بجھ گئی۔ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔ نوشیرواں نے وزرا اور موبدوں کو جمع کر کے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے بھی خواب دیکھا ہے۔ عرب میں کوئی انقلاب ہونے والا ہے۔ اس پر نوشیرواں نے نعمان بن منذر کے نام خط لکھا کہ عرب سے ایک ایسا شخص بھیج دو جو میرے سوال کا جواب دے۔ نعمان نے عبد المسیح

ہے کہ خود حافظ سیوطی" خصائص کبریٰ" میں تیسری روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

هذا الاثر والاثران قبلہ فیہا نکارۃ شدیدۃ ولم اوردفی کتابی هذا اشد نکارۃ منها ولم تکن نفسی تطیب

ختم شد

ابن عساکر نے اس کی نسبت کہا ہے کہ حدیث غریب ہے جس کو سوائے ابن مخزوم کے اور کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔

اس روایت کے واقعات بہ تغیر الفاظ و حذف و اضافہ بعض امور فضائل و حکایات کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں لیکن ان سب کی بنیاد یہی روایت ہے

والعبرة بما یروی المحدثون، لا بما یهذی به القصاصون الکاذبون۔

کو نقل نہیں کیا۔ حالانکہ اس میں ہر طرح کی ضعیف و منکر روائتیں بلا تامل جمع کر دی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود حافظ موصوف کے نزدیک یہ روایات اس درجہ واضح طور پر موضوع تھیں کہ وہ ضعیف و منکر روایتوں میں بھی انہیں نہ لے سکے اور باوجود ان کے مذاق میں سب سے بڑے ذخیرۂ دلائل و اعلام نبوت ہونے کے مجبوراً چھوڑ دینا پڑا۔

۴۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر ایک برہان قاطع اور شہادت واضح (جو فی الحقیقت ان روایات کے موضوع ہونے کا آخری فیصلہ کر دیتی ہے) یہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰۷) اس کے پہلے حصے کے صفحہ ۲۲ میں "تزویج آمنہ" کا پورا باب دیکھ جائیے۔ بہت سی روایات ضعیفہ و واہیہ درج ہیں، مگر ان روایات کا پتہ نہیں۔